بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَد نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدرٍ وَّ اَنتُم اَذِلَّۃٌ

جلد 46

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

بدر
ہفت روزہ
قادیان

The Weekly BADR Qadian

شمارہ نمبر: 35

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک 10 پونڈ
یا 20 ڈالر امریکن

Postal
Registration
No:p/GDP-23

24 ربیع الثانی 1418 ہجری 28 ظہور 1376 ہش 28 اگست 1997ء

اخبار احمدیہ

من ہائم ۱۵ر اگست سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں ان دنوں حضور انور جلسہ سالانہ جرمنی کے پروگراموں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب کرام دعائیں کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تائید و نصرت فرمائے اور سفر و حضر میں حامی و ناصر ہو۔

جماعت احمدیہ جرمنی اللہ کے فضل سے نہایت تیزی سے ترقی کر رہی ہے

جماعت احمدیہ کا اس صدی کے اختتام تک جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر کا منصوبہ

جماعت احمدیہ جرمنی کے ۲۲ویں جلسہ سالانہ کا عظیم الشان انعقاد

☆ جرمنی میں عربوں۔ بوسنین۔ البانین اقوام کے پہلی مرتبہ الگ الگ جلسے مختلف ممالک کے پچیس ہزار پروانوں کا روحانی اجتماع ☆ حضرت امیر المومنین کے خطابات اور مجالس عرفان۔

من ہائم (جرمنی) ۱۵ اگست (M.T.A) جماعت احمدیہ جرمنی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور جرمنی کے کئی مقامات پر جماعت احمدیہ کو دیگر مسلمانوں کے مقابل پر اکثریت حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ اکثریت اور غلبہ تب ہی حقیقی غلبہ کہلا سکے گا جب جماعت کے افراد اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کریں گے۔

اس بات کی ایمان افروز نصیحت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی کا افتتاح فرماتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ میں کی۔

جلسہ سالانہ جرمنی دار الحکومت فرینکفرٹ سے سو کلو میٹر کے فاصلہ پر من ہائم (MANNHEIM) کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں ۱۵۔۱۶۔۱۷ر اگست کو منعقد ہوا جس میں ایک اندازے کے مطابق ۲۵ ہزار سے زائد افراد شریک ہوئے جن میں البانین اور عربوں کی بھاری تعداد شامل تھی جن کے لئے جلسہ گاہ کے علیحدہ انتظامات کئے گئے تھے۔

ہندوستانی وقت کے مطابق ٹھیک سوا پانچ بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور لوائے احمدیت لہرایا محترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے جرمنی کا قومی جھنڈا لہرایا۔ حضور انور نے اجتماعی دعا کرائی اور پھر خطبہ جمعہ کیلئے جلسہ گاہ کے سٹیج پر رونق افروز ہوئے خطبہ جمعہ میں حضور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۱۷۹۔۸۲) پڑھ کر سنایا اور ساتھ ساتھ اس کے مشکل مقامات کی تشریح بھی بیان فرمائی۔

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل نے جلسہ سالانہ جرمنی کے تینوں روز کے خطابات کو ٹیلی کاسٹ کیا حضور انور کے جملہ خطابات کے اردو اور جرمن زبان کے علاوہ انگلش۔ عربی۔ بنگالی۔ فرانسیسی، ڈچ، البانی اور ترکی کی زبانوں میں ساتھ ساتھ ترجمے کئے گئے پہلے روز کے پروگراموں میں لندن کے وقت کے مطابق شام ساڑھے پانچ بجے جرمن مہمانوں سے مجلس سوال و جواب اور شام سات بجے مجلس عرفان منعقد ہوئی۔

جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے روز مورخہ ۱۶ر اگست کو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے مستورات کے جلسہ سے خطاب فرمایا۔ حضور انور نے اپنے بصیرت افروز خطاب میں ازواج مطہرات

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

وزیر اعظم ہند کا بھارت میں کرپشن اور رشوت خوری کے خلاف عوامی تحریک چلانے کا اعلان

آزادئ ہند کیلئے بھارت کی تمام قوموں نے یکساں قربانیاں دی ہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کی طرف سے آزادئ ہند کی پچاسویں سالگرہ کے موقعہ پر مبارک باد اور نوجوانوں کو ملک و قوم کی خدمت کی تلقین

نئی دہلی ۱۵ر اگست وزیر اعظم ہند عزت مآب اندر کمار گجرال نے لال قلعہ کی فصیل سے قومی جھنڈا لہرایا اور فوج کے تینوں دستوں سے سلامی لی۔ آزادئ ہند کی پچاسویں سال گرہ کے موقع پر برادران وطن سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے آزادئ وطن کے اس بابرکت موقع پر مبارک بادی اور قوم کو کرپشن، رشوت خوری کے خلاف ستیہ گرہ شروع کرنے کی تحریک کی آپ نے ان سیاست دانوں کو آڑھے ہاتھوں لیا جو جرائم پیشہ لوگوں سے ساز باز رکھتے ہیں اپنی ۷۵ منٹ کی تقریر میں آپ نے کہا کہ ہم پاکستان سمیت اپنے تمام پڑوسی ملکوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں اسی طرح آپ نے بھارت و پاکستان ہر دو کو تحریک کی کہ وہ ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا حلف لیں۔ آپ نے ملک کے سائنسدانوں، کسانوں، نوجوانوں، صنعت کاروں اور دانشوروں نیز مختلف طبقہ جات میں ترقی کرنے والے افراد کی ان تھک کاوشوں پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم اپنی ہر قسم کی ضروریات پر خود کفیل ہو چکے ہیں ہمیں اپنی کوششوں کو مزید آگے بڑھانا ہے تاکہ بھارت آئندہ چند سالوں میں ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہو سکے۔

آپ نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ بھارت ایک عظیم جمہوری ملک ہے اس میں مختلف مذاہب اور رنگ و نسل کے لوگ بستے ہیں جو علیحدہ علیحدہ بولیاں بولتے ہیں۔ ان سب کے باوجود کنیا کماری سے ہمالیہ کے پہاڑوں تک ہم سب بھارتی ایک ہیں۔ آپ نے پُر جوش جے ہند کے نعروں پر اپنا خطاب ختم کیا۔

امرتسر ۱۵ر اگست آج پنجاب کی صوبائی سطح کی گولڈن جوبلی تقریب گورو نانک سٹیڈیم امرتسر میں منعقد ہوئی جس سے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب پرکاش سنگھ بادل نے خطاب کیا آپ نے مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جنگ آزادی میں پنجاب کے لوگوں کا نمایاں رول رہا ہے کیونکہ ملک کی آزادی کے لئے دی گئی کل قربانیوں میں سے ۸۰ فیصد اہل پنجاب نے دی ہیں آپ نے امرتسر شہر میں آٹھ کروڑ روپے کی لاگت سے جلیانوالہ شہیدی ہسپتال بنائے جانے کا اعلان کیا۔ اپنے خطاب سے قبل وزیر اعلیٰ نے قومی جھنڈا لہرایا اور شاندار مارچ پاسٹ سے سلامی لی۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

آزادی ہند اور جماعت احمدیہ

(۵)

یہ ایک واضح اور پختہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ اس دور سے ہندوستان کی آزادی پر پختہ یقین رکھتی تھی جبکہ آزادی حاصل کرنے والی کسی بھی جماعت یا تنظیم کو ہر گز اس بات کا یقین نہیں تھا کہ آزادی کیلئے ان کی کوششیں کسی وقت کامیاب بھی ہوں گی یا نہیں۔

یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے جن دنوں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت فرمایا تھا اور ملک میں آپ کے خلاف بالخصوص مسلمان مولویوں کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا آپ کو خدا تعالیٰ نے انگریزی حکومت کے عین عروج کے دنوں میں اس کے زوال اور پھر آہستہ آہستہ خاتمہ کی طرف الہامی طور پر بتایا تھا الہام کے الفاظ اس طرح تھے۔

سلطنت برطانیہ تاہشت سال
بعد ازاں ضعف وفساد و اختلال

(تاریخ احمدیت جلد دوم طبع دوم صفحہ ۲۰۴)

یعنی انگریزی حکومت کا عروج آٹھ سال تک مزید جاری رہے گا اس کے بعد آہستہ آہستہ کمزوری پیدا ہو گی کمزوری کے نتیجہ میں فساد پیدا ہو گا اور پھر مختلف قسم کے نقائص اور پھر خاتمہ۔

چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۸۸۵ء میں جب کانگریس کی بنیاد پڑی ہے انگریز اپنے عروج و تکبر کے نتیجہ میں اس کی کچھ حقیقت نہ جانتے تھے یہاں تک کہ کانگریس کے پہلے سال کے بمبئی کے اجلاس میں اس وقت کے وائسرائے لارڈ ڈفرن کو کانگریس سے اوپری طور پر گہری ہمدردی تھی چنانچہ اس بناء پر حکومت کی جانب سے اجلاس میں شمولیت کے لئے عوام کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی تھی لیکن آہستہ آہستہ حکومت نے جب خود کو کمزور ہوتا محسوس کیا تو اس کی ہمدردیاں کانگریس سے نہ صرف کافور ہو گئیں بلکہ اسے حکومت مخالف ایک باغی جماعت قرار دیا گیا ادھر انگریزی حکومت کے مقابل پر کانگریس کو آہستہ آہستہ عوامی ہمدردی حاصل ہونی شروع ہوئی۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے صرف ایک سال بعد یعنی ۱۸۹۲ء میں انگریزی حکومت مجبور ہوئی کہ اپنے قوانین میں بعض اصلاحات کرے۔ اور پھر ۱۸۹۲ء سے ہی آہستہ آہستہ حکومت اپنے قوانین میں نرمی پیدا کرتی رہی۔

۱۸۹۶-۹۷ء میں پھیلنے والی پلیگ نے انگریزی حکومت میں مزید بوکھلاہٹ پیدا کر دی۔ سرکاری تخمینہ کے مطابق جو یقیناً کم ہے اس دور میں ایک لاکھ تہتر ہزار اموات ہوئیں اور لوگوں میں یہ ایک عام خیال پھیل گیا کہ حکومت ان کے صحت کے معاملہ میں جان بوجھ کر سستی سے کام لے رہی ہے۔

ابھی یہ مصیبت دور نہ ہوئی تھی کہ ۲۲ر جنوری ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ کی وفات ہو گئی۔ جن کی وفات پر علامہ اقبال نے ۱۱۰ اشعار کا مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یوں تھا۔

آئی ادھر نشاط اُدھر غم بھی آگیا
کل عید تھی تو آج محرم بھی آگیا

(سرود رفتہ از مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۱۸۴)

اقبال کے اس مرثیہ پر کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے ہم مزید لکھتے ہیں کہ ملکہ کی وفات کے بعد انگریزی حکومت کے نظم و ضبط کو سخت ضعف پہنچا اور پھر حکومت انگلینڈ ہندوستان میں جلد جلد سیاسی اصلاحات نافذ کرنے پر مجبور ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم ہوئی جس سے اتحادیوں کی طاقت پر کاری ضرب لگی پھر ۱۹۱۸ء میں انگریزی حکومت جسمیں فورڈ ریفارم سکیم کے مطابق ہندوستان کو کسی قدر سیاسی حقوق دینے کے اعلان پر مجبور ہو گئی۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کا المناک سانحہ ہوا جس نے انگریزی حکومت کی جڑوں کو مزید کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ ۱۹۲۷ء ۱۹۲۸ء میں سر جان سائمن کی زیر سرکردگی ہندوستان کو مزید اختیارات دینے کیلئے ایک کمیشن آیا۔ پھر ۱۹۳۰ء سے پہلی۔ دوسری اور تیسری گول میز کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہوا ان گول میز کانفرنسوں کے کاموں کو مزید آگے بڑھانے کیلئے زیر صدارت لارڈ ولنگڈن وائسرے ہند ایک مشاورتی کمیٹی قائم ہوئی۔ بالآخر جنگ عظیم دوم کی شروعات اور اس کے خاتمہ کے بعد ۱۹۴۵ء میں انگریزوں نے مجاہدین آزادی کے بالمقابل خود کو اس قدر کمزور محسوس کیا کہ اسے ۱۹۴۷ء میں بھارت کو آزاد کرنا ہی پڑا۔

اس طرح ۱۸۹۱ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ الہام کہ

سلطنت برطانیہ تاہشت سال
بعد ازاں ضعف و فساد واختلال

نہایت شان کے ساتھ پورا ہوا۔

سلطنت برطانیہ کے زوال کی پیشگوئی جو سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ۱۸۹۱ء میں فرمائی تھی وہ بیسویں صدی کے شروع دن سے ہی اس طرح جلد جلد پوری ہونے لگی کہ برطانوی مفکر بھی اس کے متعلق سوچنے اور لکھنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ سر ونسٹن چرچل جیسے برطانوی مفکر نے ۱۹۲۸ء میں۔ "کیا برطانوی سلطنت کا خاتمہ قریب ہے" کے عنوان کے تحت ایک مضمون لکھا جس میں کھلا اقرار کیا کہ اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں کہ موجودہ صدی سلطنت برطانیہ کیلئے فائدہ بخش نظر نہیں آتی سلطنت کو گزشتہ صدی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ انیسویں صدی میں اس کو دوسری حکومتوں پر جو تفوق حاصل تھا وہ کم ہو رہا ہے۔ برطانیہ کو اپنی بحری طاقت پر ناز تھا لیکن ہوائی قوت اس کیلئے مہلک ثابت ہوئی ہے اور بے نظیر بحری قوت کے گھمنڈ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ مالی لحاظ سے جو فوقیت انگلستان کو حاصل تھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے اس سے قبل جو قومیں اور ملک ہمارے مطیع و فرمانبردار تھے ان میں اب بیداری پیدا ہو چکی ہے اور حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک وہ ہے جو گورنمنٹ کے خلاف استعمال ہو رہی ہے اس تحریک کے پیرو ہر ایسے رکن کو جو انسانوں کے اس وسیع سمندر میں انتظام و انصرام کے لئے جاتا ہے ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ (تلخیص و ترجمہ) الفضل ۲۶ر نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم فصل چہارم صفحہ ۱۷۵)

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے مذکورہ الہام کے دن سے ہی اس بات کا پختہ یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ دن دور نہیں جبکہ انگریزی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور جماعت نے خاص طور پر اس الہام کی خوب تشہیر کی جو ظاہر ہے کہ نہ تو انگریزی حکومت کی خوشنودی کا باعث تھا اور نہ ہی ان لوگوں کی خوشنودی کا باعث تھا جو کہ حکومت انگریزی کا اپنے آپ کو ایڈووکیٹ کہتے تھے چنانچہ اس دور میں مشہور اہلحدیث لیڈر مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈوکیٹ انگریزی حکومت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "سلطنت برطانیہ تاہشت سال" کا ذکر کر کے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھا (جس کی فوٹو کاپی بھی ہم دوسری جگہ شائع کر رہے ہیں) کہ

"گورنمنٹ کے حضور میں یہ مودبانہ التماس ہے کہ کادیانی۔۔۔ کو خیر خواہ سلطنت نہ سمجھ لے اور اس کے ان کارستانیوں پر جو سول ملٹری اور اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ کے حضور پیش کی ہیں چشم پوشی نہ کرے اور اس کے دعوے خیر خواہی گورنمنٹ پر اس سے یہ سوال کرے کہ اگر تم خیر خواہ سلطنت ہو اور بغاوت گورنمنٹ سے بری ہو تو تمہاری پیشگوئی معیادی ہشت سالہ سے کیا غرض ہے۔۔۔

مگر اس سوال کے وقت اپنے ملک و سلطنت کے وفادار ایڈوکیٹ ایڈیٹر اشاعت السنہ کو بھی سامنے کھڑا کرے پھر دیکھے کہ اس سوال کے جواب میں کادیانی سے دعویٰ خیر خواہی و عدم بغاوت کادیانی کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا ہونا۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد نمبر ۱۶ ۱۸۹۳ء) پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے پادریوں کو اشتعال دلاتے ہوئے لکھا۔

"اے حضرات پو اور (پادری کی جمع ناقل) آپ بھی بے غیرتی میں قادیانی کے پیرو ہو چلے ہو کیوں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے اور اس کو جیل خانہ کی سیر نہیں کراتے"۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۸۔ ۱۸۹۳ء)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی انگریزی حکومت کے ضعف و اختلال والی پیشگوئی مختلف موقعوں پر بعض مسلمان لیڈر حکومت انگریزی کے وفادار بن کر اُسے یاد دلاتے رہے ہیں۔ ابھی آپ نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ انگریزی حکومت کی بڑُنی اب احراری لیڈر مولوی ظفر علی خان کا بیان پڑھیے یہ وہی احراری لیڈر ہیں جن کو ان کے اپنے بھی ناک منہ پر ہاتھ رکھ کر بستر مرگ پر چھوڑ کر چلے گئے تھے تب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلیفہ دوم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے خرچ پر احمدی ڈاکٹر بھجوا کر ان کا علاج کرایا تھا جن دنوں یہ صحت و طاقت کے نشہ میں تھے جماعت کے متعلق کن خیالات کو اپنے دل میں رکھتے تھے درج ذیل بیان میں ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

"مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ پیشگوئی تو حکومت کے کانوں میں پہنچ چکی ہے کہ

دولت برطانیہ تاہشت سال۔ بعد ازاں آثار ضعف واختلال اب وہ ان متنبی صاحب کی یہ دوسری پیشگوئی بھی سن لے جس میں آپ (کے خلیفہ دوئم) فرماتے ہیں کہ تین سو سال کے اندر اندر ساری دنیا میں قادیانیت کا قبضہ ہو جائے گا"۔

(زمیندار لاہور ۱۸ر نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۳)

پھر لکھا:۔

"انہوں نے یعنی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کھلم کھلا علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۷)

پھر احراری اخبار نے مزید لکھا۔

"شائد انگریزوں کو یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر قادیان ان کے حق میں مرنے سے پہلے یہ پیشگوئی کر تا گیا ہے کہ سلطنت برطانیہ تاہشت سال۔ بعد ازاں ایام ضعف و اختلال اور اس پیغمبر کا بیٹا موجودہ خلیفہ قادیان

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہرِ محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے

بچوں کی تربیت سے متعلق نہایت اہم زریں ہدایات

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۰؍جون ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۰؍احسان ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن (امریکہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-
يٰٓا ايهاالذين امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغدٍ واتقوا الله انّ الله خبير بما تعملون
(سورہ الحشر آیت ۱۹)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس خطبہ جمعہ کے ساتھ جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کا انچاسواں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جماعت یونائیٹڈ سٹیٹس کے مالی قربانی کرنے والوں کو بہترین جزاء دے جنہوں نے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ خطبہ اس وقت ساری دنیا میں سنایا جا رہا ہے اور اسی طرح جلسے کے کچھ حصے بھی تمام دنیا میں نشر کئے جائیں گے۔ جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس کے کچھ اپنے مسائل ہیں۔ کچھ تو ایسے مسائل ہیں جو سب دنیا کے برابر ہیں لیکن پھر بھی ملک ملک میں فرق پڑتا جاتا ہے۔

آج جو میں نے آیت تلاوت کی ہے اس میں تربیتی مسائل کی طرف خصوصیت کے ساتھ اگلی نسلوں کی تربیت سے متعلق بنیادی اصول پیش فرمائے گئے ہیں۔ گزشتہ خطبے میں میں نے یا دو تین خطبات میں تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی مگر تبلیغ کو تقویت ملتی ہے تبلیغ کرنے والوں کی اپنی تربیت کے ساتھ اور تبلیغ کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں کیونکہ نئے آنے والے ایسے آتے ہیں جو تربیت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اگر تربیت کرنے والے خود تربیت کے محتاج ہوں تو اس سے بہت سے گھمبیر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ہم نے خصوصیت کے ساتھ مستقبل کی طرف توجہ دینی ہے اس لئے **ہماری نظر موجودہ مسائل پر بھی رہنی ضروری ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے تعلق میں بھی ہمیں جماعت کی اور نئے آنے والوں کی ایسی ٹھوس تربیت کرنی ہے جس کے نتیجے میں ہم کہہ سکیں کہ ہم نے صدی کے سر پر پیدا ہونے کا حق ادا کر دیا۔**

بہت سے ایسے خاندان ہیں جن سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان میں خصوصیت کے ساتھ ایفرو امریکن خاندانوں نے اکثر تربیت ہی کے متعلق سوال کئے کیونکہ وہ ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جس ماحول نے ان کے بچوں تک گہرا اثر کر رکھا ہے۔ چنانچہ اس ماحول سے الگ ہو کر اسی ماحول کی تربیت کرنا جس میں وہ پیدا ہوئے ایک بہت ہی مشکل مسئلہ ہے۔ چنانچہ کل بھی سوال و جواب کی مجلس میں ایک مخلص احمدی دوست نے یہی توجہ دلائی کہ ہمیں بتایا جائے کہ ہم کیا کریں۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جو بچپن سے شروع ہوتی ہیں اور بچپن ہی میں ان کی بنیاد ڈالنی ضروری ہے۔ میں سب سے پہلے انہی کی طرف آپ کی توجہ منعکس کرتا ہوں۔ کیونکہ جب تک بچوں کی نسل کو نہ سنبھالا جائے آئندہ کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اسی طرف اشارہ فرما رہی ہے ﴿يٰٓا ايهاالذين امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغد﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کل پر نظر رکھو کہ تم کل کے لئے کیا آگے بھیج رہے ہو۔

پس آج کے بچے کل کی نسلیں ہیں جنہوں نے آج کا احمدیت کا پیغام اگلی صدی میں منتقل کرنا ہے۔ بچوں کی طرف تربیتی نقطہ نگاہ سے توجہ دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ ماں باپ جو بچوں کی تربیت کرتے ہیں خود ان کی بھی تربیت ہوتی ہے اور لازم ہے کہ وہ اپنی تربیت اپنے بچوں کے حوالے سے کریں۔ تو پہلی بات جو بچوں کے تعلق میں خصوصیت سے یہاں کے ماحول میں بتانی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ **ماں باپ کے لئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کا تعلق اپنے ساتھ بڑھائیں اور ایسے خاندان بنائیں جن میں نگاہیں اندر کی طرف اٹھنے والی ہوں اور بچوں کو گھر کے ماحول میں سکون ملے۔**

وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سختی سے بچوں کو دبانے کے نتیجے میں اگر اس عمر تک جب تک وہ ان کے ماتحت ہیں ان میں کوئی خرابی پیدا ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تو وہ غلطی پر ہیں۔ چونکہ بہت سے بچے اپنے ماں باپ کے حکم کی تعمیل میں یا ان کی سختی سے ڈر کر بسا اوقات اپنے دل کی خواہشات کو دبائے رکھتے ہیں اور جب وہ سوسائٹی میں کھل کر باہر جاتے ہیں تو وہ خواہشات ایک ایسے ماحول میں پنپنے لگتی ہیں جو ان کے لئے سازگار ہے۔ ہر بدی کا خیال، ہر اس لذت کی تمنا جو جلدی حاصل کی جا سکتی ہے امریکہ کی سوسائٹی میں سب سے زیادہ جلدی حاصل کی جا سکتی ہے۔ دنیا کی ہر سوسائٹی میں یہ مسئلہ ہے لیکن امریکہ میں تو ماحول میں اتنی زیادہ سرعت کے ساتھ دل کی لذت کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں کہ بچوں کو بہکانے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی چیز ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ جب وہ گھر کے ماحول سے نکلتے ہیں تو باہر کا ماحول انہیں بدیوں میں خوش آمدید کہتا ہے، نیکیوں میں نہیں اور یہ ایک اس ماحول کی خصوصیت ہے جسے بچوں کو سمجھانا ضروری ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ بچے یہ شکایت کرتے ہیں کہ جب ہم اسلامی طریق پر عمل کر رہے ہوں تو لوگ ہم پر ہنستے ہیں، لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ یہ اور قسم کی نسل ہے اور ماحول کا یہ اختلاف اور نیکی پر حملہ کرنا یہ امریکہ کے ماحول کا ایک جزو بن چکا ہے۔ امریکہ کی فضا ایسی ہے کہ وہ لازماً گھر سے باہر نکلنے والے بچوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور ان کی اچھی عادات کو فرسودہ خیالات کہہ کر ان کو رد کرتی ہے اس کے نتیجے میں بچے میں خود اعتمادی کا فقدان ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو اپنے گھر سے میں اقدار لے کر چلا تھا سوسائٹی میں تو ان کی کوئی بھی قیمت نہیں، سوسائٹی میں جن اقدار کی قیمت ہے وہ ایسی اقدار ہیں جن کو گھر میں برا کہا جاتا

تھا-پس آزادی کا ایک احساس باہر نکل کر ایسا پیدا ہوتا ہے جو تیزی کے ساتھ ایسے بچوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے-

پس اس مشکل کو پیش نظر رکھتے ہوئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کے دل اپنی طرف یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں، بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں-اور یہ باتیں صرف اسی صورت میں ممکن ہیں جب آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت پر غور کیا جائے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں تکبیر کہو- بہت سے لوگ ہیں جو اس کا فلسفہ نہیں سمجھتے-وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں-اکثر ایسے بچے مختلف زبانیں بولنے والوں کے بچے ہوتے ہیں ان کو تو عربی کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ کیا چیز ہے-وہ سمجھتے ہیں کہ بظاہر ایک بے کار بات ہے-میں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاتا کہ نفسیاتی لحاظ سے اس کا کیا اثر پڑتا ہے اور بچے کا دماغ کن باتوں کو شروع ہی سے قبول کرتا ہے اور پھر محفوظ رکھتا ہے-اس بحث کو چھوڑتے ہوئے میں ان ماں باپ کو بتا رہا ہوں جو اذان دیتے یاد لواتے ہیں، وہ تکبیر دیتے یاد لواتے ہیں ان کو تو متوجہ ہونا چاہئے وہ تو باشعور ہیں- آخر کیوں یہ کہا گیا!؟ ایک اس کا پہلو وہ ماں باپ ہیں جن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں-ان کو سمجھایا گیا ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی صحیح تربیت کرو ورنہ بعد میں یہ ہاتھ سے نکل جائیں گے-تو **پہلی تربیت کا وقت بچپن کا آغاز ہے اور اُس وقت کی تربیت ایسی ہے جو ہمیشہ کے لئے آئندہ زندگی کی بنیادیں قائم کرتی ہے**-اس بات کو بھلانے سے بہت سے لوگ نقصان اٹھا جاتے ہیں-

بچوں سے ہر قسم کی پیار کی باتیں تو ہوتی ہیں ان کی خواہشات کا خیال رکھا جاتا ہے مگر بچپن سے ان کو نیکی پر قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی-اس لئے سب سے اہم بات اس ماحول میں جیسا کہ دوسرے ماحول میں بھی بہت ہی اہم ہے لیکن امریکہ میں **خصوصیت کے ساتھ جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ بچوں سے ایسی باتیں کریں جو اللہ اور رسول اور نیک لوگوں کی محبت پیدا کرنے والی باتیں ہوں اور ان کو نیکی کی اقدار سمجھائیں**-اور اس کے لئے گھر میں مختلف قسم کے مواقع پیدا ہوتے رہتے ہیں-جب ایک بچہ اچھی بات کرتا ہے تو ماں باپ کا فرض ہے کہ اس بات کو بڑی اہمیت دیں اور اس بچے کی اس بات کا ذکر چلائیں کیونکہ وہ بچہ جو اچھی بات پر مثلاً کسی موقع پر وہ جھوٹ بول سکتا تھا اس نے نہیں بولا اور سچ بول کر بظاہر نقصان اٹھایا ہے اگر آپ اس کی باتیں آنے والوں میں ذکر کیا کریں اور سوسائٹی میں اپنے گھر میں، گھر سے باہر اس بچے کو اس طرح پیش کریں کہ دیکھو اس کے دل میں شروع ہی سے نیکی ہے تو ایسا بچہ اس بات کو کبھی بھول نہیں سکتا-ناممکن ہے کہ اس کے دل سے اس ماحول میں نیکی کی اہمیت کا اثر مٹ جائے-

دوسرے جب وہ کوئی بری بات کرتا ہے تو اسے سمجھانا اس طریق پر کہ وہ سمجھ جائے اور اسے محسوس ہو کہ میں ایک برابر کی چیز ہوں، میں بھی ایک عقل رکھنے والا وجود ہوں جو کچھ میں سوچتا ہوں، ماں باپ کی سوچ اس سوچ پر اثر انداز ہو رہی ہے نہ کہ اس کا ہماری سوچ پر حکم چل رہا ہے-پس **تحکم سے احتراز لازم ہے** اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے قیام کے سلسلے میں شروع میں بچپن میں بچوں پر تحکم کی اجازت نہیں دی- سات سال سے پہلے تو کسی تحکم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- سات سال سے دس سال تک ایسی نصیحت جس کے نتیجے میں بچے نمازوں کی طرف متوجہ ہوں اور بار بار ان کو نمازوں کی عادت ڈالنے کی طرف ماں باپ کو توجہ دلانا یہ تو ہمیں ملتا ہے لیکن بچوں کو اس پر سزا کوئی نہیں ہے کہ وہ سات سال سے دس سال کی عمر میں نمازوں سے مونہہ موڑتے ہیں- تو آنحضرت ﷺ نے ان کو سات سے دس سال تک سزا دینے کا کہیں ارشاد نہیں فرمایا- تین سال مسلسل ماں باپ کو نصیحت کے ذریعے اثر انداز ہونا ہے-ایسی باتیں کہنی ہیں جو ان کے دل اور دماغ کو اسلام کی طرف پھیرنے والی ہوں اور دل کے اطمینان سے وہ اسلام کی طرف مائل ہوں-

اور دس سال تک جب وہ اس عمر کو پہنچیں جہاں صرف گھر ہی میں نہیں باہر بھی ایسے بچوں کو کچھ نہ کچھ سزا ضرور دی جاتی ہے-پرانے زمانے میں تو سکول میں ایسے بچوں کو جو دس سے بارہ سال کی عمر میں ہوں سوٹیاں بھی پڑتی ہیں اور کئی قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں بلکہ وہاں تو اس سے پہلے بھی بعض دفعہ سزا شروع ہو جاتی ہے تو پہلے سزا کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے، جھوٹ ہے-اس سے باز رہیں-اور اس کے بعد جو سزا ہے اس کو آنحضرت ﷺ نے معمولی سرزنش قرار دیا ہے-ہرگز کسی قسم کی سختی ایسی نہیں جس سے بچے کے بدن پر ایسی ضرب پڑے جس سے اس کو نقصان پہنچ سکے-اور یہ وہ پہلو ہے جس کو بچپن کی تربیت میں آپ کو ملحوظ رکھنا ہوگا-یعنی **سات سال کی عمر تک پیار اور محبت سے اپنے ساتھ دل لگائیں، ان کی اچھی باتوں کو اُچھالیں کیونکہ اس عمر میں بچے ضرور اپنی تعریف کو خوشی سے قبول کرتے ہیں اور جس بات کی تعریف کی جائے اس پر جم جایا کرتے ہیں- جس چیز سے نفرت دلائی جائے اس سے متنفر ہو جایا کرتے ہیں**-

تو آئندہ آنے والے جو خطرات ہیں ان کا بچپن ہی میں تصور باندھیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ماحول کی بدی کو ان کے سامنے اچھال کر پیش کریں-ان کو بتائیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے-جب وہ سات سال سے اوپر دس سال تک پہنچیں تو پھر خصوصیت سے عبادتوں کی طرف متوجہ کرنا بھی آپ کی تربیت کا ایک حصہ بن جائے گا-اس کے بعد ناپسندیدگی کا اظہار، ان سے مونہہ موڑنا اگر وہ بری حرکت کریں، نمازیں نہ پڑھیں تو بعض دفعہ ڈانٹنا اور سمجھانا یہ چیزیں بارہ سال کی عمر تک جائز ہیں-اور بارہ سال کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اب تمہارا ان پر کوئی سختی کا حق باقی نہیں رہا جو کچھ تم نے کرنا تھا وہ وقت گزر گیا ہے-
اب دیکھیں اس پہلو سے مغربی تہذیب اور اسلام میں کتنا نمایاں فرق ہے- مغربی تہذیب میں مختلف سال مقرر کر دیئے جاتے ہیں مثلاً اٹھارہ سال، اکیس سال یا سولہ سال اور ان سالوں کا بعض جرائم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے- آج کل جو ترقی یافتہ ممالک ہیں ان میں یہ معین کیا جا رہا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کسی لڑکے کو کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے، اٹھارہ سال تک کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے اور اکیس سال کی عمر میں جا کر پھر وہ کلیتہً ہر سزا کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا-اسلام نے بارہ سال اس لئے مقرر کئے ہیں کہ یہ بلوغت کا آغاز ہے اور بارہ سال میں بچہ اتنی ذہنی پختگی اختیار کر جاتا ہے کہ اپنے روزمرہ کے معاملات میں خود فیصلہ کر سکے-

پس اسلام کی بلوغت کا آغاز دنیا والوں کی بلوغت سے بہت پہلے ہوتا ہے اور یہ بہت ضروری بات ہے-کیونکہ اگر بارہ سال تک بچہ اپنے سیاہ و سفید کو دیکھ نہ سکتا ہو تو پھر اٹھارہ سال تک بھی نہیں دیکھے گا بلکہ اپنی بدعادتوں میں اتنا پختہ ہو جائے گا جب وہ اٹھارہ سال کی عمر سے گزر کر سوسائٹی میں جاتا ہے تو پھر اس میں وہ بدی ایک مستقل دائمی شکل اختیار کر جاتی ہے-یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق میں آپ کو بھی متوجہ کر رہا ہوں اور انگلستان میں اکثر جوان مسائل میں دلچسپی لینے والے سوشل راہنما یا سیاسی راہنما ہیں وہ جب مجھ سے گفتگو کے لئے آتے ہیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں کہ تم بنیادی طور پر ایک غلطی کر رہے ہو- مثلاً بعض•

ارشاد نبوی
خَیرُ الزَّادِ التَّقویٰ
سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے
منجانب
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

طالبانِ دُعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 700001
دکان-248-1652, 248-5222
رہائش-243-0794, 27-0471

GURANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NIR
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD
34, A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA -15

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh. : Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

چھوٹے بچوں کو وہاں قتل پر آمادہ کرنے والے گروہ بن چکے ہیں اور ان سے وہ قتل کرواتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کو سزا نہیں ملے گی۔ اسی طرح چوری ڈاکہ، سکولوں میں ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کے لئے اس قسم کے گروہ تیار کئے جاتے ہیں اور یہ محض غلط قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔

جب تک قوانین درست نہ ہوں اس وقت تک انسان کی صحیح تربیت اور معاشرے کی صحیح اصلاح ممکن نہیں ہے۔ مگر ہمیں جس نے قانون دیا یعنی اللہ تعالیٰ، اس نے ایک ایسا قانون دان عطا فرمایا جس سے بڑھ کر کوئی قانون دان دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ۔ آپ نے قرآن کے قانون کو سمجھا اور اپنی امت میں اسے جاری فرمایا۔ یہی ایک پہلو آپ دیکھیں کہ جب بھی گفتگو آگے بڑھی وہ تمام ملنے والے اس بات پر یقینی طور پر مطمئن ہو کر گئے کہ ہمارے معاشرے کی غلطی ہے۔ اس کی اصلاح کے بغیر ہم کسی تربیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی بلوغت تک پہنچتے پہنچتے یعنی اٹھارہ سال یا اکیس سال تک اگر بدی کی سزا نہ دی جائے تو بچے کو بدی پر جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ عمر ہے جس میں جرأت ایک دوام اختیار کر جاتی ہے، ایک ایسی عادت بن جاتی ہے کہ جسے پھر چھوڑنا ممکن نہیں رہتا۔

چنانچہ اکثر انگلستان میں بھی اور یورپ کی دوسری سائٹیوں میں بھی ایسے بد بچے بالغ بنا کر سوسائٹی میں پھینکے جاتے ہیں جو اپنی بدیوں پر پختہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ جسے ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کی شروع سے عادت پڑ گئی ہو، جسے ڈرگ بیچ کر پیسے لینے کی عادت پڑ جائے، کیسے ممکن ہے کہ وہ اٹھارہ یا اکیس سال کے بعد قانون کے ڈر سے ان عادات کو چھوڑ دے۔ تو معمولی سی عقل کی بات ہے اسے استعمال کر کے اگر دیکھا جائے، جیسا کہ یہ لوگ نہیں دیکھ رہے بد قسمتی سے، تو انسان لازماً آنحضرت ﷺ کی تعلیم کی طرف لوٹے گا۔ پس تربیت کا آغاز شروع سے ہونا چاہئے اور بارہ سال کی عمر تک پہنچ کر اس تربیت کو اتنا مکمل ہو جانا چاہئے کہ اس کے بعد بچہ اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو۔ اور پھر اگر وہ سوسائٹی کا جرم کرے تو سوسائٹی اس کو سزا دے۔ اگر خدا کا جرم کرے تو خدا سزا دے گا ماں باپ کا کام نہیں کہ اس کو سزا دیں۔ یہاں پہنچ کر معاشرے اور احمدی ماحول کی جو طرز عمل میں ایک فرق ہے جو میں آپ کے سامنے نمایاں طور پر رکھنا چاہتا ہوں۔

بہت سے بچے اور بچیاں جو امریکہ کے ماحول میں پیدا ہوئے ان کے متعلق ماں باپ بہت سے تو نہیں کہنا چاہئے مگر کئی ایسے ہیں کہ ان کے ماں باپ بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں روتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں، مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہماری جوان بچیوں کو کیا ہو گیا۔ بہت اچھی اور نیک اور مخلص تھیں بے حد دین سے تعلق تھا نمازیں بھی پڑھتی تھیں مگر اچانک جب کالجوں میں گئی ہیں تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ بچیاں جو دل سے نیکی پر قائم ہو چکی ہوں اچانک معاشرے میں جا کر ان کی کیفیت بدل جائے۔ لازماً دل میں کچھ دبی ہوئی خواہشات رہی ہیں جن کو گھر میں پنپنے نہیں دیا گیا اور جن کو سنبھالنے کے لئے کوئی ذہنی کوشش نہیں کی گئی۔

اس لئے اب یہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کوششیں بھی بارہ سال سے پہلے پہلے کام کر جائیں گی ورنہ نہیں کریں گی۔ یعنی بلوغت کا آغاز جس کو میں بارہ سال کہہ رہا ہوں اس میں بچے کے اپنے دل میں خصوصیت کے ساتھ ایسی جنسی خواہشات جنم لینے لگتی ہیں جن سے وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان امور میں پہلے ہی اس کی تربیت کی گئی ہو تو وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو گا اور اس تربیت میں ماں باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ وقت لگانا ہو گا بجائے اس کے کہ سکولوں کے اوپر چھوڑ دیا جائے یا کالجوں پر چھوڑ دیا جائے۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جن ماں باپ نے بچوں پر اس لحاظ سے محنت کی ہو کہ ان کو نیکی اور بدی کی تمیز سکھائی گئی ہو، اس طریق پر سکھائی گئی ہو کہ وہ زندگی کا فلسفہ بن جائے وہ بچے اسے زندگی کے فلسفے کے طور پر قبول کریں۔

اور **یہ پہلو تربیت میں بہت ہی اہم ہے کہ تعلیم کے ساتھ تعلیم کا فلسفہ بتایا جائے** کیونکہ قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے معلم کے طور پر پیش فرمایا ہے جو ﴿یعلمهم الکتاب والحکمة﴾ کہ وہ صرف تعلیم کتاب پر اکتفاء نہیں کرتا وہ اس کی حکمت بھی سمجھاتا ہے۔ پس جو خرابی میں نے دیکھی ہے اس میں ان دو چیزوں کے اندر جو فرق کیا جاتا ہے یہی فرق ہے جو آئندہ خرابیوں کا موجب بنتا ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں ہم نے ان کو تعلیم دی ان کو بچپن سے نمازیں پڑھنی سکھائیں اور قرآن کی تلاوت بھی یہ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس تعلیم کی حکمت نہیں بتائی گئی۔ اور حکمت ایسی چیز ہے جو دل کو اس تعلیم کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتی ہے کہ پھر آئندہ کبھی وہ الگ نہیں ہو سکتی۔ مثلاً باہر کی دنیا میں جو ان کو دلچسپیاں دکھائی دیتی ہیں ان کی مثال ایسے جانوروں سے بھی دی جا سکتی ہے جو بظاہر بڑے خوبصورت ہیں مثلاً سانپ ہے۔ بعض دفعہ اس کے بہت ہی پیارے رنگ ہوتے ہیں نظر کو بھاتا ہے۔ اسی طرح بعض کاٹنے والے جانور ہیں جو بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے متعلق اگر یہ سمجھایا جائے کہ ان کو جب تم ہاتھ لگاؤ گے، ان کی طرف مائل ہو گے تو لازماً یہ ڈسیں گے اور لازماً نقصان پہنچائیں گے۔ اور اس بات کو اگر بچپن ہی سے دل میں بٹھا دیا جائے تو کوئی انسان جو اس حکمت کو سمجھ جائے وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر یہ حکمت بچپن سے بتائی نہ جائے اور سمجھائی نہ جائے اور دل میں بٹھانہ دی جائے تو پھر انسان ایسے تجربے کرنے پر آزادی محسوس کرے گا۔

پس یہ نہ سمجھیں کہ معاشرے کی خرابیوں کو سمجھانے کا وقت بلوغت کے بعد شروع ہو گا۔ بچپن سے سمجھانا ضروری ہے، ان بچوں کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے، ان کو ٹیلی ویژن دکھانی ضروری ہے۔ جو ٹیلی ویژن یہ دیکھتے ہیں اس وقت ماں باپ کو چاہئے کہ کچھ اپنا وقت خرچ کریں اور ساتھ بیٹھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو یہ خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کی حکمتیں اس طریق پر سمجھائی جائیں کہ وہ جاگزیں ہو جائیں اور انسانی فطرت اور سوچ کا حصہ بن جائیں۔ اس سلسلے میں چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، مثلاً اگر ان کو یہ سمجھایا جائے کہ یہ بدیاں چیز کیا ہیں؟ کیوں ان سے منع کیا جاتا ہے؟ نیکیاں کیا ہوتی ہیں؟ اور نیکی کے فوائد کیا ہیں؟ اور پھر معاشرے کے حوالے سے ان کی تفصیل سمجھائی جائے تو ناممکن ہے کہ بچہ ان امور کی طرف توجہ نہ دے۔

پہلی بات جو نمایاں طور پر ان کے سامنے رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بدی سے ایک لذت پیدا ہوتی ہے اس کا انکار کرنا جائز نہیں۔ **ہر قسم کی بدی سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ لذت ہمیشہ یا الٹ کر اس بدی کرنے والے کو نقصان پہنچاتی ہے یا ماحول کو نقصان پہنچاتی ہے۔** پس ہر وہ لذت جس کے ساتھ ایک نقصان وابستہ ہو چکا ہے جس سے اس کو علیحدہ کیا جا ہی نہیں سکتا وہ بدی ہے۔ لیکن لذت سے محرومی کا نام نیکی نہیں ہے۔ یہ اگلا قدم ہے جس پہ ان کو خوب اچھی طرح سمجھانا ضروری ہے کہ ہم جو تمہیں نیکی کی طرف بلاتے ہیں اس لئے کہ نیکی میں ایک لذت ہے اور ان بدی کی لذت اور نیکی کی لذت میں بہت بڑا فرق ہے۔ بدی کی لذت میں ضرور کوئی نہ کوئی کانٹا چھپا ہوتا ہے وہ ضرور نقصان پہنچاتی ہے اور جتنی بھی موجود سوسائٹی کی بدیاں ہیں ان کو دیکھ لیں وہ لازماً سوسائٹی میں بے اطمینانی پیدا کریں گے اور کسی نہ کسی خرابی پر منتج ہوں گی۔ چنانچہ ساری سوسائٹی میں وہ خرابی بے چینی بن کر پھرتی ہے لیکن سوسائٹی اس بے چینی کے باوجود اپنی لذت کے حصول کی خاطر اس کی طرف لپکتی بھی ہے۔

یہ وہ تضاد ہے معاشرے کا جس کو بچپن ہی سے اپنی اولاد کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے چھوٹی چھوٹی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک بچے سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم اگر اپنے بھائی کی کوئی چیز لے کر بھاگ جاؤ تو تمہیں تو مزہ آئے گا، تمہیں کچھ حاصل ہو گا، یہ درست ہے نا!۔ یہ بات ہے۔ اپنی چھوٹی بہن سے کوئی چیز چھین لو تو تم لطف اٹھاؤ گے لیکن یہ ایسا لطف ہے جس کے نتیجے میں اسے دکھ ضرور پہنچے گا۔ پس **وہ لطف جو کسی کے دکھ پر مبنی ہو یہ بدی ہے۔** لیکن اس کے برعکس اس کو سمجھایا جا سکتا ہے کوئی چیز اس کو دی جا سکتی ہے کہ اپنی بہن کو یہ خوشی کا جس کو سرپرائز (Surprise) کہتے ہیں یعنی خوشی میں ایک حیرت کا سماں پیدا ہو جاتا ہے اسے یہ چیز دے دو، چھپ کر اس کے بٹوے میں ڈال دو یا اس کے کمرے میں رکھ دو اور وہ تعجب کرے کہ میرے دل کی یہ چیز، میری خواہش کس نے پوری کی۔ اس میں بھی ایک خوشی ہے اور ان دونوں خوشیوں میں ایک فرق ہے۔

پہلی خوشی کی صورت میں جو نقصان پہنچا کر لذت اٹھاتا ہے اس کی لذت دائمی نہیں رہتی بلکہ اسی وقت اس کے ضمیر میں سے ایک کانٹا نکلتا ہے جو کچھ نہ کچھ ضرور چبھتا ہے۔ اور یہ بات ان بچوں کو جن کو آپ بچہ سمجھ رہے ہیں سمجھانی ضروری ہے۔ کیونکہ بچے بہت عقل والی چیز ہیں۔ میرا بچوں سے یہ تجربہ ہے کہ جن کو لوگ بچے سمجھ کے نظر انداز کر رہے ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ ذہین اور ہوشیار اور گہری باتوں کو سمجھنے والے ہوتے ہیں صرف صبر کی ضرورت ہے اور نیکی کے ساتھ قرآن کریم میں ہر جگہ صبر کا مضمون بیان ہوا ہے۔ **کوئی نصیحت کارفرما نہیں ہو سکتی جب تک صبر نہ ہو۔** اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانا ہی مسلمانوں کا شعار مقرر فرمایا گیا ہے۔

پس اس پہلو کو جو میں بیان کر رہا ہوں اہمیت دیں اور بچپن ہی سے بھائی اور بہن میں، بھائی اور بھائی میں، ماں باپ اور بچوں کے درمیان ایسے نیکی کے رشتے قائم کریں جن میں مزہ پیدا ہو۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک انسان اپنے بھائی کے لئے، اپنی بہن کے لئے جو بظاہر قربانی کرتا ہے اس قربانی کے نتیجے میں اس کی طرف سے مادی چیز، مادی قدر الگ ہو کر کسی دوسرے تک پہنچتی ہے۔ اگر کوئی جھپٹ کر اپنے بھائی یا بہن کی کوئی مادی چیز، میٹیریل (Material) چیز لے بھاگتا ہے تو دونوں صورتوں میں انتقال ہے مادے کا اور مادے کا انتقال ہے جو لذت پیدا کرتا ہے۔ اب یہ لذت کا فلسفہ ہے جو سمجھانا ضروری ہے جو ہمیشہ ان بچوں کے

کام آئے گا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لذت میں بہت سی چیزیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مادہ ایک طرف سے منتقل ہو کر دوسری طرف جاتا ہے، حق ایک طرف سے منتقل ہو کے دوسری طرف جاتا ہے۔ اگر آپ مادہ حاصل کرنے والے ہوں تو ایک لذت ہے۔ اگر کسی کا حق چھیننے والے ہوں اس میں بھی ایک لذت ہے لیکن جب آپ اپنی مادی قدر کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرتے ہیں اس میں بھی ایک لذت ہے۔ اور جب آپ اپنا حق کسی کے لئے چھوڑتے ہیں تو اس میں بھی ایک لذت ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ یہ دوسری قسم کی لذت دائمی ہو جاتی ہے، ساری زندگی انسان کو لطف پہنچاتی رہتی ہے۔ اور پہلی قسم کی لذت ایک شر پیدا کرتی ہے جو خود اپنے ضمیر میں بھی پیدا ہوتا ہے اور پھر مزید کی طلب پیدا کر دیتی ہے اور کبھی بھی بدی کی لذت بار بار وہی بدی کرنے سے اسی طرح نہیں رہے گی بلکہ آگے بڑھے گی۔ ایک بدی کے بعد جب تک آپ دو بدیاں نہ کریں آپ کو چین نہیں آئے گا۔ جب دو بدیاں کریں گے تو تیسری بدی کی طرف آپ کا قدم اٹھے گا، چوتھی کی طرف اٹھے گا، اسی طرح ساری دنیا میں معاشرے میں اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی ہے اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس ان دو چیزوں میں جو فرق ہے وہ بعض مثالوں کے ذریعے آپ کو خود سمجھنا ہے اور اپنے بچوں کو سمجھانا ہے۔ آپ ان کو یقین دلائیں کہ جو تم قدریں اپنے طور پر حاصل کرتے ہو جائز قدریں ہیں ویلیوز (Values) جن کو انگریزی میں کہا جاتا ہے، جب تم ان کو چھوڑتے ہو تو اس کے نتیجے میں تمہیں ضرور مزہ آئے گا لیکن اگر بالارادہ چھوڑو۔ اگر مجبور ہو کر چھوڑو گے تو تکلیف پہنچے گی۔

پس بالارادہ اپنی چیزوں کو دوسروں کو دینا اس لئے کہ ان پر احسان ہو اور ان کو مزہ آئے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دینے والے کو بھی ضرور مزہ دیتی ہے اور یہ نیکی کی ایسی تعریف ہے جس میں آپ کبھی کوئی فرق نہیں دیکھیں گے۔ بدی میں یہ بات نہیں ہوتی۔ بدی میں کم سے کم بدی کرنے والا لذت محسوس بھی کرے تو جس کے خلاف کی جاتی ہے وہ محسوس نہیں کرتا۔ لیکن نیکی میں دو طرفہ مزہ ہے اور دو طرفہ مزہ بھی ایسا جو دائمی ہو جاتا ہے جو کہ ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص احسان کا مزہ اٹھانے لگ جائے تو وہ اور زیادہ احسان کرے گا یعنی اور زیادہ اپنی مرضی سے اپنے حقوق دوسروں کی طرف منتقل کرے گا یہاں تک کہ بظاہر انبیاء کے مرتبے پر پہنچتے پہنچتے انسان اپنے سارے حقوق سوسائٹی کی طرف منتقل کر بیٹھتا ہے، اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی زندگی بڑی بدمزہ ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو لطف احسان کا انبیاء کو محسوس ہوتا ہے دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پس یہ خیال کر لینا کہ نبی احسان کر کے تکلیف اٹھاتے ہیں بالکل غلط ہے۔ وہ تکلیف اٹھا کے بھی احسان کرتے ہیں۔ یہ فرق ہے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہمیں دائمی سبق کے طور پر ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نیکی کرنے پر مجبور تھے یعنی اپنی فطرت کی وجہ سے نیکی کی قدر کو انہوں نے محسوس فرمایا اور اتنا محسوس کیا کہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ پس عادت ایک ایسی چیز ہے جو دونوں جگہ ہے۔ چور بھی عادی ہو جاتا ہے، قاتل بھی عادی ہو جاتا ہے، سمگلنگ کرنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے، گھروں میں ڈاکے ڈالنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے مگر اس کی عادت لازماً دوسروں کو نقصان پہنچاتے پہنچاتے اس کی اپنی ذات میں ایک نقصان کے طور پر جمع ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ دن بدن خود اپنی نظر میں بھی گرتا ہے، سوسائٹی کی نظر میں بھی گرتا ہے مزید بدی کے بغیر اس کو مزہ نہیں آسکتا۔ بدی سے جو مزہ ملتا ہے وہ دائمی نہیں ہوتا چند دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس کی روح بھی ان باتوں سے متاثر ہوتی ہے اور جس کو ہم جہنم کہتے ہیں وہ اسی چیز کا دوسرا نام ہے۔ ہر انسان جو بدیوں میں ملوث ہو اپنی روح کے لئے ایک جہنم پیدا کر رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی فلسفے کو یعنی سارا اسی فلسفے پر مبنی تو کتاب نہیں مگر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں اسی فلسفے کو، اس کتاب کے مضامین کے ایک حصے کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ پڑھیں بھی تو پوری طرح سمجھتے نہیں مگر امر واقعہ یہی ہے کہ آج اس دنیا میں ہم آئندہ دنیا کے لئے جنت اور جہنم بنا رہے ہیں۔ اور بچوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو گے اس سے کچھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور کچھ نقصان بھی۔ لیکن جو نقصان تم خود کسی اعلیٰ قدر کی خاطر اٹھاتے ہو اس نقصان میں مزہ ہے اور اس نقصان میں باقی رہنے والا مزہ ہے۔

پس آپ اپنے بچپن کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں۔ آپ کو بچپن کی وہی باتیں سب سے زیادہ پیاری لگیں گی جن میں آپ نے کچھ نہ کچھ ایسی بات کی تھی جس سے ماں خوش ہو گئی، باپ خوش ہو گیا، بہن خوش ہو گئی یا کوئی غریب ہمسایہ خوش ہو گیا۔ بسا اوقات ایک چھوٹا سا فعل ہے ایک غریب بھوکے کو روٹی کھلانا۔ ایک بچہ جب روٹی کھلاتا ہے تو پھر دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کے چہرے پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ جب اس کی تکلیف مٹ رہی ہوتی ہے اس کے چہرے پہ ایک سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے تو ویسا ہی سکون بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، ویسا ہی اطمینان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، بچے کے دل میں پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ جس پر احسان ہے وہ اس بات کو بھول بھی سکتا ہے روٹی کھائی، پیٹ بھرا اور بھول گیا لیکن جس نے کسی کا پیٹ بھر کر اس کے مزے کو دیکھا ہو وہ اس چیز کو کبھی نہیں بھول سکتا، ساری عمر کے لئے ہمیشہ اس کا یہ ایک فعل اس کے لئے مزید نیکیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔

پس اس **معاشرے میں جہاں ماحول نیکیوں کے مخالف ہے جہاں بدیوں کو تقویت دینے والا ہے وہاں بچپن ہی سے نیکیوں سے ذاتی لگاؤ پیدا کرنا اور اس کے لئے روزمرہ کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے**۔ فائدہ اٹھانا اس لئے کہ اگر آپ محض تلقین کریں گے تو یہ تلقین ضروری نہیں کہ بچے پر نیک اثر ڈالے۔ بچوں سے کچھ کام کروا کے دیکھیں، کچھ نیکی اس سے ایسی صادر ہو جس میں آپ اس کے مددگار ہوں پھر دیکھیں کہ اس کے دل پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ مثال دی ہے ہمیں بچپن میں چندہ دینے کی عادت ماں نے ڈالی۔ کچھ پیسے وہ دیا کرتی تھیں اور پھر کہتی تھیں دوسرے ہاتھ سے کہ اللہ میاں کے لئے واپس کر دو۔ چونکہ اس میں جبر کوئی نہیں تھا بلکہ ایک تحریص تھی اس لئے جب ہم واپس کرتے تھے تو مزہ آتا تھا اور دن بدن، سال بہ سال یہ احساس بڑھتا گیا کہ ہمارا بھی نام ان لوگوں میں ہے جنہوں نے دین کی خاطر کوئی قربانی کی ہے۔ اس کے بعد یہ سکھانے والا باقی رہے نہ رہے یہ نیکی ضرور باقی رہ جاتی ہے، ہو نہیں سکتا کہ زندگی بھر ساتھ نہ دے۔ پس **نیکی کا مزہ صرف سمجھانے سے نہیں آئے گا، نیکی کا مزہ نیکی کروانے سے آئے گا اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس معاشرے میں شدید ضرورت ہے**۔

دوسری بات یعنی اور بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نوٹس کے طور پر اپنے سامنے رکھی ہیں لیکن یہ ایک ایک بات بھی اگر پھیلائی جائے تو بہت پھیل سکتی ہے، **دوسری بات جو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے**۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا جب بچے باہر سکولوں میں جاتے ہیں تو بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان میں اگر خود اعتمادی ہو اور ماں باپ ان کو پہلے سے سمجھا چکے ہوں کہ تمہاری نیکیوں پر سوسائٹی تمسخر اڑائے گی، تمہیں ذلیل نظروں سے دیکھے گی لیکن تم نے سر اٹھا کر چلنا ہے۔ اگر کہیں سر اٹھانا جائز ہے تو اس موقع پر سر اٹھانا جائز ہے اور لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بتائیں کہ تم کوڑی کی بھی پرواہ نہ کرو جو چاہے دنیا کہتی پھرے جس طرح چاہے دیکھے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کردار تب بنے گا کہ تم جن باتوں کو اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو۔

چنانچہ بہت سی احمدی بچیوں کی تربیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجھے اسی اصول سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ملی۔ کئی ایسی بچیاں ہیں انگلستان میں جو پردے کی عمر کو پہنچیں لیکن سوسائٹی سے متاثر ہو کر پردے کے لئے تیار نہیں تھیں اور ماں باپ کے سامنے بھی انہوں نے کہا نہیں، ہم نہیں یہ کام کر سکتیں۔ جب ماں باپ نے مجھے بتایا میں نے ان کو بلایا اور پیار سے سمجھایا۔ میں نے کہا تم یہ دیکھو کہ تم پردہ کس کے لئے کر رہی ہو اللہ کے لئے یا ماں باپ کے لئے یا اور کوئی پیش نظر بات ہے۔ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ قربانی چاہتا ہے کہ تم اپنے حسن کو، اپنی دلآویزی کو چھپاؤ اور معاشرے کی بے راہرو آنکھوں کو اجازت نہ دو کہ وہ تم پر حملہ کریں یا حرص کے ساتھ تمہیں دیکھیں تو پھر یہ ایک اچھی بات ہے۔ اگر تم اچھی بات سے آج شرما گئیں تو ہمیشہ ساری اچھی باتوں سے شرماتی رہو گی۔ دل میں یہ خیال کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سوسائٹی کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بد ہے اور تم اچھی ہو تم نے ان کو سبق دینا ہے۔ چنانچہ جب ان باتوں کو خود اچھی طرح وہ سمجھ گئیں تو پھر میں نے ان کو دیکھا پردے میں ملبوس اور میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک کے سامان ہوئے اور ساری عمر کے لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان ہوئے۔ اتنا لطف آتا تھا ان کو دیکھ کر پھر اور وہ بڑے مزے سے میری طرف آنکھیں ڈال کر یوں ہلکا سا، یہ بتا جاتی تھیں کہ ہاں ہم خوش ہیں۔ ہمیں اب پتہ چلا ہے کہ ہم کیا چیز ہیں۔ پس **نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے اور اس خود اعتمادی کے فقدان کے نتیجے میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں**۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں۔ تمہاری عزت اور اعلیٰ اقدار گندگیوں سے مونہہ موڑنے سے وابستہ ہیں۔ سوسائٹی ایک طرف مونہہ کر کے جاتی ہے تم دوسری طرف مونہہ کر کے چلو اور اس میں تمہارا سر فخر سے اٹھنا چاہئے، ذلت کا احساس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نیکی کے ساتھ ذلت کا احساس ہو تو یہ نیکی کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ پس اکثر خرابی یہاں بچوں میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو گھر میں نیکی میں عزت کا احساس نہیں بتایا جاتا۔ یہ نہیں بتایا جاتا کہ تم میں تو اس

سے خود اعتمادی پیدا ہونی چاہئے، تم اونچے ہو تم گھٹیا لوگوں سے شرماتے ہو- یہ تم کیا چیز ہو، کیا کبھی جانوروں سے بھی تم شرمائے ہو کہ جانور ہر قسم کی بے ہودہ حرکتیں کر رہے ہیں اور تم انسانوں کی طرح چل رہے ہو- تمہیں جانوروں پر رحم تو آسکتا ہے مگر جانوروں سے شرما نہیں سکتے- پس انسانی ماحول میں بھی جانور بس رہے ہیں اور جانور وہ جو مادر پدر آزاد ہیں، جانوروں سے بھی بے حیائیوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے سامنے تمہیں سر اٹھا کر چلنا ہے-

یہ وہ تکبر ہے جس میں حقیقت میں بنیادی طور پر انکساری ہے کیونکہ خدا کی خاطر آپ اپنا سر اٹھا رہے ہیں اور ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا اثر ڈالنے کے لئے سر اٹھانا ہی نیکی بن جایا کرتا ہے- **اپنی اعلیٰ اقدار پر سر اٹھا کر چلیں کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آپ کو کس طرح دیکھتا ہے اور کیا سمجھ رہا ہے یہ احساسِ خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے**- اگر آپ نے نہ کیا تو پھر بارہ، چودہ، پندرہ سال کے بعد بالکل آپ کا بس نہیں رہے گا- آپ کو اختیار نہیں رہے گا- پھر دنیا کی لذتیں ان کو اس عمر میں اپنی طرف اس طرح کھینچیں گی کہ ان کے نزدیک خود اعتمادی کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا-

پس بہت سے ایسے خاندان میں نے دیکھے جن کے بچے ماں باپ سے ڈرے ہوئے تھے اور نظر آرہا تھا کہ ماں باپ بڑے جبار ہیں اور ان کی مجال نہیں کہ وہ ان سے ہٹ کر چلیں اور مجھے ان کے متعلق تشویش پیدا ہوتی تھی، رحم آتا تھا کہ کیسی تربیت ہے کہ جب بھی یہ آزاد ہوں گے ان ماں باپ کی کوڑی کی بات بھی نہیں سنیں گے- پس خاص طور پر ایفرو امریکن بچوں کے لئے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے ایفرو امریکن ماں باپ جو نیک اور مخلص ہیں وہ اس طرح کرخت بھی ہیں اور اپنے گھر میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں بڑے جابر ہیں- ان کے بچوں کو میں نے دیکھا ہے بہت سر جھکا کر چل رہے ہیں، مجال ہے جو ادھر سے ادھر ہو جائیں- کئی دفعہ غلطی سے انہوں نے بایاں ہاتھ کر دیا تو سختی سے ڈانٹ پڑی خبردار! دایاں ہاتھ آگے کرو- جزاکم اللہ اس طرح کہو، فلاں بات یوں کہو اور ماں باپ سمجھ رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے بچوں کی کیسی اچھی تربیت کی ہے- ان کو یہ نہیں پتہ کہ کل بچے مڑ کر دیکھیں گے اور کہیں گے اب جو کرنا ہے کر لو اب ہم تم سے نکل کے آزاد ہو چکے ہیں-

تو نیکی کی لذت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا سکھانا یہ ماں باپ کا کام ہے- نیکی سے وابستگی لذت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی- کوئی انسان سر پھرا تو نہیں ہے کہ بے وجہ لذتوں سے مونہہ موڑ لے جب تک بہتر اور اعلیٰ لذتیں نصیب نہ ہو- اس لئے خدا تعالیٰ کا یہ ایک دائمی قانون ہے جس کو آپ کو پیش نظر رکھنا ہے- ﴿ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ﴾ سارے قرآن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے- برائی کے خلاف جہاد کی اجازت نہیں جب تک کہ اس سے بہتر چیز آپ پیش نہیں کر سکتے- پس احسن کے ذریعے بدی کو دور کریں- اچھی چیز پاس ہے تو وہ دیں تا کہ بدی اس سے نکل کر دور بھاگے اور اچھی چیز میں خوبی یہ ہوا کرتی ہے یعنی اچھی چیز کا اچھا دکھنا ضروری ہے یہاں جا کر فرق پڑ جاتا ہے-

جب آپ کے بچے اچھی چیز کو اچھا نہیں دیکھتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈرے ہوئے ہیں- وہ سمجھتے ہیں ماں باپ کا خیال ہے کہ اچھی ہے جب تک ہم ان کے قبضہ قدرت میں ہیں ہم بھی اچھا کہیں گے اس کو اور جب نکلیں گے تو پھر جو ہماری مرضی کریں گے- لیکن اچھے کو اچھا دکھانے کے لئے وہ تجربے ضروری ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں- اچھی چیزوں کی لذت دل میں پیدا کریں- اور میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صرف بحیثیت خلیفہ باقی بچوں کی تربیت میں اس سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے بچوں کی تربیت میں ہمیشہ اس سے کام لیا ہے اور اللہ کے فضل کے ساتھ جب ان کو نیکیوں سے محبت پیدا ہوئی تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں- اپنے گھروں کی تنہائیوں میں، اپنے بچوں میں جہاں بھی وہ ہیں ان کو بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار ہو چکا ہے اور وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتے- **پس آپ اپنے بچوں کو بچپن ہی میں وہ اہمیت دیں جس کے وہ مستحق ہیں، ان سے بڑوں کی طرح باتیں کریں ان کو سمجھائیں اور ساتھ لے کر چلیں**-

اس ضمن میں خود اعتمادی کے علاوہ بعض اور باتیں ہیں جو اب بیان کرنا ضروری ہیں- **مثلاً عبادت کا فلسفہ بچپن ہی سے ان کو سمجھانا ضروری ہے**- میں نے یہ کہا کہ جب آپ ان کے دل میں نیکی کا پیار پیدا کر دیں، دل میں یقین بھر دیں کہ ہاں یہ اچھی چیز ہے وہ اس سے چمٹے رہیں گے مگر یہ کہنا اس تحدی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ بہت سے ایسے بچے بھی میں نے دیکھے ہیں جن کے ماں باپ نے پوری محنتیں کیں لیکن ماں باپ دنیا سے رخصت ہوئے پھر وہ اس دنیا میں پڑ کر کہیں سے کہیں سرکتے ہوئے چلے گئے- ایک چیز ہے جو ہمیشہ ان کی محافظ رہ سکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے- اور **عبادت کے فلسفے میں خدا کی محبت کا فلسفہ داخل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر حقیقت میں عبادت کے کوئی بھی معنے نہیں**-

پس بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار کے ساتھ ساتھ اس وجود سے پیار پیدا کرنا ضروری ہے جو نیکیاں سکھانے والا ہے اور اس میں سب سے اہم انسانوں میں آنحضرت ﷺ ہیں- اور پھر اس کے بعد عبادت کا فلسفہ جو آنحضور ﷺ کے حوالے ہی سے بیان کیا جائے گا- اور اس بات کو اگر بچے سمجھ لیں کہ عبادت کیوں ضروری ہے تو پھر وہ خود ہی عبادت کریں گے- اور اگر وہ خود عبادت کرنے لگیں گے تو پھر ان کی عبادت کو پھل لگیں گے- اگر آپ کے کہنے پر عبادت کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں میں عبادت کرنی ضروری ہے تو وہ عبادت ضروری نہیں کہ ہمیشہ ان کا ساتھ دے- پس عبادت کے تعلق میں بعض اہم امور ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے ضروری ہیں-

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کیوں کی جاتی ہے، انبیاء عبادت کیوں کرتے ہیں اس کا فلسفہ آپ کو سمجھایا جائے- بعض بچے کہتے ہیں صبح ہم سے اٹھا نہیں جاتا، کیوں اٹھیں- ایک دو نمازیں Miss ہو گئیں تو کیا فرق پڑ گیا بعض کہتے ہیں چار پانچ Miss ہو گئیں تو کیا فرق پڑا، ہم اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہیں- جب تک آپ عبادت کا فلسفہ ان کو نہیں سمجھائیں گے ان کو یہ فرق سمجھ نہیں آئے گی- ابھی ایک ملاقات میں یعنی ابھی سے مراد ہے کچھ دن پہلے، ایک بچے نے کہا کہ صبح کی نماز میں اس وقت اٹھنا کیوں ضروری ہے اور اگر میں صبح کی نماز نہ بھی پڑھوں تو کیا فرق پڑتا ہے- میں نے کہا آپ مجھے یہ بتائیں آپ ناشتہ کرتے ہیں- کہ ہاں میں کرتا ہوں- تمہیں اچھا لگتا ہے؟ اس کو اتفاق سے اچھا لگتا تھا بعض بچوں کو نہیں لگتا، کہ ہاں مجھے بہت اچھا لگتا ہے- میں نے کہا نہ کیا کرو کیا فرق پڑتا ہے؟ تو اس کو سمجھ آئی ہاں فرق پڑتا ہے- مگر وہ فرق ہے کیا، یہ جب تک نہ سمجھایا جائے اس وقت تک محض فلسفیانہ جواب سے اگر عقل مطمئن بھی ہو تو پوری طرح دل مطمئن نہیں ہوا کرتا- ناشتہ اچھا لگتا ہے اس لئے کہ اس کو کھانے سے مزہ آتا ہے- اگر آپ کہہ دیں کہ عبادت بھی اور صبح کی نماز بھی ایک ناشتہ ہے تو مان تو جائے گا مگر اس نماز میں اگر مزہ ہی نہ آئے تو اس کو کیا پتہ کہ یہ ناشتہ تھا بھی کہ نہیں اس لئے عبادت میں مزہ پیدا کرنا یہ آغاز ہی سے ضروری ہے- اور اس سلسلے میں بہت لمبی باتیں ہیں جو بیان کی جا سکتی ہیں مگر وقت کی رعایت کے پیش نظر میں مجبور ہوں کہ اس بات کو ذرا مختصر کروں-

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنی عبادت پر غور کیا کہ آپ کو کیوں مزہ آیا- خدا سے تعلق کی جھرجھری جب تک دل میں پیدا نہ ہو اس وقت تک عبادت میں مزہ ہی نہیں آسکتا اور اس تعلق کو پیدا کرنے کے لئے احسان کرنے والے اور احسان مند کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو کھولنا ضروری ہے- چنانچہ بچوں کو یہ سمجھانا پڑے گا تمہیں ناشتہ پسند ہے مگر پتہ ہے کہ ناشتہ پیدا کیسے ہوا- ایک ایسا قادر مطلق ہے جو رب العالمین ہے اس نے تمام جہانوں کی ربوبیت کی ذمہ داری آپ اٹھائی تھی- تمہیں تو خدا نے اتنے اچھے اچھے کھانے، اتنے اچھے اچھے رزق عطا فرمائے ہیں مگر ساری دنیا پر نظر ڈال کے دیکھو، سمندروں کی گہرائیوں میں بھی رزق مقرر ہے- اڑنے والے پرندوں کے لئے آسمان کی بلندیوں تک جو جاتے ہیں ان کے لئے بھی رزق مقرر ہے- کوئی کائنات میں ایسا جاندار نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق کے سامان نہ فرمائے ہوں اور اس پر اگر آپ غور کریں تو حیران رہ جاتے ہیں- ان کو سمجھانا پڑتا ہے-

چنانچہ اپنے گھر میں بچوں کو بعض دفعہ میں سمجھاتا ہوں کہ باہر نکل کے دیکھو پرندے صبح اٹھتے ہیں ان کو کوئی پتہ نہیں کہ کہاں سے کیا ملے گا- کوے اٹھتے ہیں اور چہچہانے والے چھوٹے چھوٹے پرندے صبح کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں- پانی پہ بیٹھنے والے پرندے ہیں ان کو پتہ نہیں مچھلی کہاں ہے- ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ رزق کے سامان فرمائے ہیں بلکہ سامان حاصل کرنے کے ذریعے بھی بیان فرمائے ہیں، ان کے اندر ودیعت کر دیئے ہیں- چنانچہ ایک دفعہ ایک جھیل پہ Seagulls اڑ کے اتر رہی تھیں بار بار ایک جگہ، میں نے ساتھ مسافروں کو سمجھایا- میں نے کہا دیکھو یہ Seagulls جو دیکھ رہی ہیں وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا- تم ڈھونڈ رہے ہو، مچھلیوں کے لئے راڈیں پکڑی ہوئی ہیں اپنی، کہ کہاں مچھلیاں ہیں اور کچھ پتہ نہیں- لیکن ان کو خدا تعالیٰ نے نہ صرف وہ آنکھ دی ہے جو پہچانتی ہیں مچھلیوں کو بلکہ جب ان پر گرتی ہیں تو بعینہ نشانے پر گرتی ہیں اور دیکھو جو بھی نیچے جاتی ہے کچھ اٹھا کر اوپر نکلتی ہے- کیسا کیسا قدرت نے رزق کا سامان مقرر فرمایا ہے- تم بھول جاتے ہو اس بات کو کہ جو ناشتہ تم کر رہے ہو، جو کھانا تم کھا رہے ہو اس کے

لئے خدا نے قانون قدرت میں کتنی دیر سے سامان بنا رکھے ہیں- تو وہ ماں باپ جو تمہیں کوئی اچھا ناشتہ دیتے ہیں یا کوئی دوست دعوت کرتے ہیں کسی کو چائنیز کھانا پسند ہے تو ہوٹل میں لے جاتے ہیں دیکھو کتنا دل چاہتا ہے ان کا شکریہ ادا کرنے کو اور جتنا شکریہ ادا کرتے ہو تمہیں بھی مزہ آتا ہے، جس کا شکریہ ادا ہو رہا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے خرچ کیا تھا اس کو خرچ میں مزہ آنے لگتا ہے تو تم نے کبھی سوچا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کر رکھے ہیں اور وہ نہ کرے تو کچھ بھی باقی نہ رہے- ایک پانی پر ہی غور کر کے دیکھ لو کہ قرآن کریم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بندوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر ہم پانی کو گہرائی میں لے جائیں تو کون ہے جو اسے نکال سکے- امر واقعہ یہ ہے کہ جب خشک موسم آتے ہیں تو پانی نیچے اترنے لگتے ہیں جب نیچے اترنے لگتا ہے تو کوئی دنیا کی طاقت بڑی سے بڑی طاقت بھی ہو اتنا خرچ کر ہی نہیں سکتی کہ اسی پانی کو اٹھا کر اس سے اپنے رزق کے سامان بھی پیدا کرے اور پیاس بھی بجھائے، وہ اترتے اترتے اس مقام تک پہنچتا ہے کہ اس کو اوپر آنا بہت مہنگا ہو جاتا ہے اور پھر غائب بھی ہو جایا کرتا ہے- تو یہ تفصیل ہے جو رزق سے تعلق رکھتی ہے- اس ایک ناشتے کے حوالے سے آپ رفتہ رفتہ بچوں کو ایسی باتیں بتا سکتے ہیں جو قانون قدرت میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہیں ان کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کو سمجھانا ضروری ہے- وہ سمجھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کئے ہوئے ہیں اور خود غائب ہو گیا ہے- تم اسے ڈھونڈو اپنے تصور میں اور اس کا شکریہ ادا کرو پھر تمہیں لذت آئے گی کہ شکریہ ہوتا کیا ہے اور جب تم شکریہ ادا کرو گے تو وہ خدا تم پر اور زیادہ مہربان ہو گا-

یہ عبادت کا فلسفہ سکھانے کے لئے ابتدائی چیزیں ہیں- اس لئے بچے سے کہا جائے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہو اگر تمہیں ساری نماز کا ترجمہ نہیں بھی آتا تو اس دن کی اچھی باتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کر لیا کرو کہ اے اللہ تو نے آج میرے لئے یہ کیا، مجھے بہت مزہ آیا- میں نے آج ٹھنڈا پانی پیا، میں نے کوکا کولا پی اور میں نے فلاں ہمبرگر کھایا جو بھی کھایا کرتے ہیں لوگ یہاں، تو اس وقت سوچا تو کرو کہ اصل دینے والا کون ہے- اگر اس طرح بعض لذتوں کا تعلق دینے والے ہاتھ کے ساتھ قائم کر دیا جائے تو یہ عبادت کا پہلا فلسفہ ہے جو بچے کے دل میں جانشین ہو گا اور پھر اسے ایک اور ہاتھ ہے جو اٹھا لے گا جس کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بچہ جب پیار سے اپنے اللہ سے کوئی بات کرتا ہے تو میرا تجربہ ہے کہ اللہ ضرور اس کا جواب دیتا ہے اور ایک بچے کے دل میں اگر خدا کے لئے کوئی شکر پیدا ہو تو اللہ اس کے دس شکر ادا کرتا ہے اور ان معنوں میں وہ شکور ہے-

اب حیرت کی بات ہے کہ اللہ تو ہر احسان کرنے والا اور ایسا وجود ہے جس کو کسی کے شکر کی ضرورت کوئی نہیں کوئی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا- لیکن وہ شکریہ کس بات کا ادا کرتا ہے، شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور یہ چیز اس نے انسانی فطرت میں بھی رکھ دی ہے- پس بچوں کو سمجھانا ضروری ہے کہ دیکھو ایک بچہ تم سے کوئی اچھا سلوک کرے رستہ چلنے والا تمہیں ایک لفٹ ہی دے دیتا ہے تو کتنا تمہارے دل میں شکریہ اٹھتا ہے اور جب تم شکریہ کرتے ہو تو وہ بھی آگے تمہارے شکریے کا شکریہ ادا کرنے لگ جاتا ہے- کہتا ہے چھوٹی سی بات تھی کچھ بھی نہیں تھا آپ نے تو بہت ہی محسوس کیا ہے- تو شکر کرنے والا حقیقت میں ایک بات کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے اور جو اس کے جواب میں شکریہ ادا کرتا ہے وہ صرف شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے-

تو شکر کو طاقت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم فرمایا ہے کہ بندہ ایک شکر کرتا ہے اللہ دس شکر کرتا ہے اور ہر شکر کے جواب میں اس پر اور زیادہ احسان فرماتا ہے- اس طرح بچے کو اگر آپ سمجھائیں تو وہ خود دیکھے گا اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ واقعتہً ایسا ہوتا ہے، واقعتہً اللہ تعالیٰ ہمارے ادنیٰ ادنیٰ شکر کو قبول فرماتے ہوئے اتنا شکر ادا کرتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے- ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح پگھلے خدا کے حضور اور ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور یہ باتیں وہ ہیں جو روزمرہ کے تجربے میں آئی ہوئی باتیں ہیں، کوئی فلسفہ ایسا نہیں جو آسمان پر اڑ رہا ہے- یہ فلسفہ وہ ہے جو روزمرہ کی زندگی میں انسانی تعلقات میں بھی ہم دیکھ رہے ہیں اور بندے اور خدا کے تعلق میں بھی یہی دکھائی دیتا ہے- تو محض یہ کہہ دینا کہ جی پانچ وقت نمازیں ضروری ہیں تم نے لازماً پڑھنی ہیں یہ اور بات ہے اور ان نمازوں سے محبت پیدا کرنا اور نمازوں کا فلسفہ سکھانا یہاں تک کہ وہ دل کو متحرک کر دے، دل میں ایک تموج پیدا کر دے یہ وہ چیز ہے جو بچوں کی آئندہ نمازوں کی حفاظت کرے گی- اور ایسی حفاظت کرے گی کہ ماں باپ بچپن سے ہی ان کو چھوڑ کر جا سکتے ہیں پھر وہ خدا کے حوالے ہوں گے، اللہ ان کا ہاتھ پکڑ لے گا اور ماں باپ کی آرزوں کو ایسے وقت میں پورا کرے گا جب ماں باپ موجود ہی نہیں ہیں-

پس اگر اپنے بچوں کے دل میں خدا کی محبت عبادت کے حوالے سے پیدا کریں تو یہ نظام وہ ہے جو بچوں کی ہر حال میں ہر جگہ حفاظت فرمائے گا- ایسے اعلیٰ کردار کے بچے جب پیدا ہوں پھر وہ سوسائٹی میں جائیں تو ان کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہیں ہو گی یعنی اس پہلو سے تو پرواہ ہو گی کہ یہ بھی اچھے ہو جائیں، اس پہلو سے پرواہ ہو گی کہ ان کو بھی میں بتاؤں کہ خدا کی محبت میں کیا مزے ہیں نیکیوں میں کیا لذات ہیں- مگر اس پہلو سے کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ وہ ان کی نیکیوں کو بدی کے ساتھ دیکھ رہا ہے- چنانچہ آپ ہی کے امریکہ میں ایک دفعہ نہیں بارہا ایسا ہوا ہے کہ بعض احمدی بچوں نے لڑکوں نے یا بعض احمدی لڑکیوں نے خطوں کے ذریعے مجھ سے سوال کئے اس طرح ہمارے لئے مسئلہ درپیش ہے بتائیں ہم کیا کریں- ان کو میں نے یہ تفصیل سے تو نہیں سمجھایا مگر کسی حد تک مختصر مرکزی بات سمجھا دی کہ آپ اگر ایک بات کو نیکی سمجھ رہے ہیں تو اس کے اوپر ذاتی فخر محسوس کریں اور سوسائٹی کی کوئی پرواہ نہ کریں پھر دیکھیں کہ آپ کے دل میں کیا کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور بلا استثناء ان سب نے مجھے یہی بتایا کسی نے جلدی کسی نے دیر کے بعد کہ اب تو ہم مؤثر ہونے لگ گئے ہیں اور سوسائٹی متاثر ہو رہی ہے اب لوگ قریب آکر ہمارے انداز سیکھ رہے ہیں-

اس ضمن میں ایک اور بات جو آپ کو سمجھانے والی ہے وہ یہ ہے کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو آپ معمولی نہ سمجھا کریں- میں نے کئی بچوں کو دیکھا ہے ان کے گلے میں تعویز سے لٹکے ہوئے ہیں، کسی کے کان میں بندا پڑا ہوا ہے، کسی کے بالوں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے قریب سے رگڑے گئے ہیں بال اور اوپر سے بڑے بڑے ہیں، ٹوپی پہنیں تو لگتا ہے ٹنڈ کروائی ہوئی ہے ٹوپی اتاریں تو بڑے بڑے بال دکھائی دیتے ہیں- ان کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم کچھ عرصے پہلے جب یہ فیشن نہیں تھا کسی دکان میں جاتے وہ یہ حالت تمہاری بنا دیتا تو نہ صرف یہ کہ تم نے پیسے نہیں دینے تھے اس سے بڑی سخت لڑائی کرنی تھی کہ او بد بخت تو نے کیا حال بنا دیا ہے یہ کوئی شکل ہے میری دیکھنے والی- اب اسی شکل کو تم لئے پھرتے ہو سوسائٹی میں، اس لئے نہیں کہ تمہیں پسند ہے اس لئے کہ تم پیچھے چلنے لگ گئے ہو، تم غلام ہو گئے ہو اور غلام کی کوئی عزت نفس نہیں ہوا کرتی- ان کو یہ سمجھائیں کہ کیا ہو گیا ہے- تم فیشن کی پیروی کرنے والے نہ بنو فیشن بنانے والے بن جاؤ- وہ بنو جس کے پیچھے لوگ چلا کرتے ہیں- تو اگر بچے سمجھ جائیں بات کو تو ان کے اندر تبدیلی ہوتی ہے- انگلستان میں بارہا ایسا مجھے تجربہ ہوا ہے کئی بڑے بڑے چھتوں والے میرے پاس آئے بعضوں نے گتیں بنائیں ہوئی تھیں اور میں نے کہا یہ تم نے کیا کیا ہوا ہے- تو ماں باپ نے کہا کہ یہ بات نہیں مانتا آپ چھوڑ دیں اس کو- میں نے کہا کیوں نہیں مانتا میں ابھی سمجھاتا ہوں اس کو اور اگلی دفعہ آئے بالکل نارمل، گتیں کاٹی ہوئی، بعضوں نے میرے سامنے ہی اپنے تعویذ نوچ پھینکے کہ آج کے بعد ہم نہیں پہنیں گے یہ ذلیل چیز ہے- تو سمجھانے سے انسان اپنے اندر تبدیلی پیدا کیا کرتا ہے اور سمجھانے سے اندر کا انسان بدلتا ہے- جب تک آپ اندر کے انسان کو نہیں بدلیں گے بیرونی انسان بدلنے سے کیا حاصل ہو گا-

پس وہ سوسائٹی جو مخالفانہ اثر رکھنے والی سوسائٹی ہے اس نے تو ہر وقت آپ کے بچوں کو آپ سے چھیننے کی کوشش کرنی ہے- آپ کا جواب یہ ہونا چاہئے کہ ان کے اندر وہ دفاع پیدا کر دیں کہ سوسائٹی کو جرأت نہ ہو ان کو بدلنے کی اور وہ سوسائٹی کو بدلیں اور اپنے گردو پیش میں تبدیلیاں پیدا کریں- پس وہ احمدی جو نواحمدی ہیں مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اب ہم امریکہ کو کیسے بدلیں گے ان کو میں یہ جواب دے رہا ہوں کہ اسی طرح بدلیں گے جیسے ایک انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ساری سوسائٹی کو بدل دیا تھا- اور اس میں تبدیلی پیدا کرنے والی ایسی باتیں پیدا ہو چکی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے مقرر فرما دیا- آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کی قوت قدسیہ ہم میں موجود ہے- وہی قوت قدسیہ ہے جس نے مسیح موعود کو پیدا کیا ہے، وہی قوت قدسیہ جو آج جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نیکی کے لئے محبت کرنے والے پیدا کر رہی ہے- تو آنحضرت ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے ساری دنیا کو بدلنے کے لئے اگر پیدا کیا جا سکتا تھا تو آخر کیوں پیدا کیا گیا تھا اس لئے کہ آپؐ نے اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کر لی تھی جو ماحول کو بدلا کرتی ہے- آپ ایک ذرہ بھی ماحول سے متاثر ہونے والے نہیں رہے- پس اپنے اندر وہ انسان پیدا کریں اور اپنے بچوں میں وہ انسان پیدا کریں کہ متاثر ہونے کی بجائے مؤثر ہو جائے اور یہی خاتم کا دوسرا نام ہے- بعض لوگ سمجھتے نہیں کہ خاتمیت کیا چیز ہے تو آنکھیں بند کر کے بس خاتمیت کا لفظ اٹھائے چلے جاتے ہیں کہ اب نبی کوئی نہیں، نبی کوئی نہیں- خاتمیت تو ایک ایسی مہر ہے جو محمد رسول اللہ کے ہر غلام میں لازماً پیدا ہونی چاہئے- خاتمیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مہر دوسرے پر اثر انداز ہو جیسے تم ہو کم سے کم ویسا تو بن سکے اور اسی میں ہمارے لئے ایک خوش خبری بھی ہے اور ایک خطرے کا الارم بھی ہے-

آنے والے بہت سے آ رہے ہیں اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب امریکہ میں بھی تبلیغ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے- ابھی اس میں بظاہر اتنی تیزی پیدا نہیں ہوئی جتنی میں توقع رکھتا ہوں لیکن ملاقاتوں میں میں نے ایسے مخلص نئے آنے والے دیکھے ہیں اور نئی آنے والیاں دیکھی ہیں جن کے متعلق بعض دفعہ میں سمجھتا تھا کہ پیدائشی احمدی ہیں اور جب پوچھا گیا تو کسی نے کہا میں چھ مہینے پہلے ہوا تھا، کسی نے کہا سال پہلے احمدی ہوئی تھی- بہت نمایاں پاکیزہ تبدیلیاں ہیں- لیکن اگر پرانے احمدیوں میں ان کے اندر وہ تبدیلیاں پیدا نہ ہوئیں تو یہ لوگ پھر زیادہ دیر آپ کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے اور ہر وہ شخص جو کسی اور میں

پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ ایک مہر کا مقام رکھتا ہے، وہ اپنی مہر دوسرے پر چسپاں کیا کرتا ہے اور اکثر اس کی بدیاں دوسرے میں منتقل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس اس پہلو سے **اپنے بچوں کی بھی حفاظت کریں ان کو چھوٹے چھوٹے خاتم بنالیں جو آنحضرت ﷺ کی خوبیوں کو دوسروں میں رائج کرنے کی طاقت رکھیں**۔ اگر مہر پر دوسری مہر لگ جائے اور وہ مہر مٹ جائے تو اس کو مہر کہا ہی نہیں جاتا۔ پس آپ وہ مہر بنیں جو غیر اللہ کا اثر قبول نہ کرے ورنہ آپ کے نقوش مٹ جائیں گے۔ آپ اپنی مہر کو جب جس پہ ثبت کریں گے جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ اس پر ثبت نہیں کرے گی کیونکہ دنیا نے اس کے نقوش بدل دیئے ہوں گے۔ پس سمندر کی لہروں کی طرح جو ریت پر کچھ نقشے بناتی ہیں اپنے نقشے ایسے نہ بنائیں کہ ہر اٹھنے والی لہر اس نقشے کو پھر بدل جائے۔ آج کی لہروں نے کچھ اور نقشے کھینچے ہیں کل کی لہریں کچھ اور نقشے بنا جائیں۔ آپ نے تو دائماً آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت کا نقشہ اپنے اندر بنانا ہے اور پھر اس کو جاری کرنا ہے۔ پس جب تک اپنے بچوں میں جاری نہیں کریں گے آئندہ نسلیں سنبھالی نہیں جا سکیں گی۔

﴿ولتنظر نفس مّا قدّمت لِغَدٍ﴾ یاد رکھو خدا کا یہ پیغام ہے آج دیکھو کہ کل کیلئے تم کیا بھیج رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿ان اللہ خبیر بما تعملون﴾ اگر آج تمہارے نقوش پختہ ہیں، اگر آج تمہارے نقوش دائمی ہیں تو کل تمہاری نسلوں کے نقوش بھی پختہ اور دائمی ہونگے۔ اگر آج یہ روزمرہ مٹنے والے اور بدلنے والے ہیں تو کل کی نسلوں کی کیا ضمانت ہے وہ بھی اسی طرح سمندری لہروں کے سہارے روز اپنے نقش بدلا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ تبلیغ کے نئے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو جس طرح میں مختصراً آپکو سمجھا رہا ہوں ان تقاضوں کو آپ پوری طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کریں لیکن ایک فرض کے طور پر نہیں بلکہ دلی لگاؤ کے ساتھ۔

دلی لگاؤ اور اعلیٰ اقدار کا ایک گہرا تعلق ہے جو اعلیٰ اقدار کے دوام کے لئے ضروری ہے۔ عارضی طور پر اگر آپ نصیحتیں سن کر اپنے اندر مشکل سے تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور ان نیک تبدیلیوں پر قائم رہنے میں ہمیشہ مشکل محسوس کرتے ہیں تو ان کے دوام کی کوئی ضمانت نہیں، کچھ عرصہ کے بعد آپ کا دل ہار جائے گا اور کہیں گے چلو کوئی بات نہیں کچھ دیر نیکی کر لی اب چلو دنیا کے عیش بھی دیکھ لیں۔ لیکن اگر آپ کو ان سے محبت ہو جائے ان قدروں کے ساتھ، ان اخلاق کے ساتھ جو نیکی کی محبت آپ کے دل میں پیدا کر رہی ہیں تو پھر کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس ماحول میں آپ جائیں گے وہ آپ کے ساتھ ساتھ جائیں گی ہمیشہ وہ ماحول کو آپ کے مزاج کے مطابق تبدیل کرتی رہیں گی۔

پس اس پہلو سے آئندہ آنے والی تبلیغ کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کریں اپنی نسلوں کے لئے جو آپ خدا کے حضور جوابدہ ہیں اس نقطہ نگاہ سے بھی ان کو تیار کریں اور یاد رکھیں کہ آنے والوں کا ہم پر حق ہے ہر آنے والے نے اس کی مہر کو ضرور قبول کرنا ہے یا اس کے اثر کو کچھ نہ کچھ ضرور لینا ہے جس نے اسے احمدیت کا پیغام دیا۔ پس بہت بڑا کام ہے مگر ہمیں کرنا ہے۔ امریکہ کی تبدیلی ایک بہت بڑی تبدیلی ہے اگر اب ہم نے نہ کی تو کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ یہ ایک ایسی قطعی بات ہے جس میں کوئی آپ تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ **آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام دنیا میں تبدیلیاں اور پاک تبدیلیاں قائم کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے ہیں** ان کو دنیا سے نکال دو تو دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا سے کیا عرض کیا تھا جب آپ کو بتایا گیا کہ لوط کی قوم مٹائی جانے والی ہے تو بہتوں سے شروع کر کے آخر دس تک جا پہنچے اے خدا ان میں دس بھی نیک نہیں ہیں جن کی خاطر لاکھوں کو زندہ رکھا جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے جواب دیا کہ دس بھی نیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رحم کے تعلق میں بہت جھگڑا کرنے والا تھا اور یہ ایک ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ہے جو بظاہر برائی ہے مگر اللہ بڑے محبت کے انداز میں بیان کر رہا ہے کہ یہ تو ہم سے بھی جھگڑا کرتا ہے مگر ہماری مخلوق پر رحم کرتے ہوئے۔ وہاں ابراہیم نے جھگڑا چھوڑ دیا اے خدا اگر ان میں دس بھی ایسے نہیں ہیں تو پھر میں کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔ تو تم تو ہزاروں لاکھوں ہو کروڑ بیان کئے جاتے ہو کروڑ سے بھی اوپر کی باتیں کر رہے ہو۔

میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہر محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔ ہو نہیں سکتا کہ دنیا ہلاک ہو جب تک آپ اس دنیا میں موجود ہیں۔ پس امریکہ کے متعلق مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں پانچ ہزار بھی ایسے ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے نقوش اپنے اندر اپنانے والے ہوں تو لازماً امریکہ کو بچایا جائے گا لیکن اگر گہرائی میں اتر کے دیکھیں تو پانچ ہزار بھی ایسے نہیں بنتے۔ ہمیں بنانے کی ضرورت ہے، محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے حوالے سے سب دنیا کو بھی تبلیغ کے نئے دور میں داخل ہوتے وقت ان تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

ایک اعلان کرنا ہے ہمارے ایک داعی الی اللہ جو علاقے کے سابق امیر وہاڑی تھے عتیق احمد صاحب ان کو کل شہید کر دیا گیا، ۱۹ر تاریخ کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے وہ اپنی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ جیسا کہ وہاں رواج ہے آج کل مولویوں کے پاس موٹر سائیکل بھی ہیں اور ساتھ ان کے کلاشنکوف بردار بھی پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ملک کا قانون یہ ہے کہ ایک موٹر سائیکل پر دو سفر نہیں کر سکتے مگر مجرموں کو تو پولیس بھی نہیں دھتکار سکتی تو وہ ایک موٹر سائیکل سوار آیا پیچھے سے آکے آگے بڑھا اور فائر کر کے پہلے ڈرائیور کو اور پھر باجوہ صاحب کو موقع پر شہید کر دیا۔ لیکن باجوہ صاحب بڑے دلیر تبلیغ کرنے والے تھے۔ بہت بہادر داعی الی اللہ تھے اتنے کہ میں نے ان کو کچھ عرصہ پہلے خط لکھا باجوہ صاحب آپ کی نیکی، آپ کی بہادری اچھی ہے مگر ہمیں ضرورت ہے کہ آپ کے جیسے زیادہ دیر زندہ رہیں اس لئے آپ کو اپنی زندگی کی پرواہ نہیں، آپ کو شہادت کا شوق ہے تو ہو گا مجھے ضرورت ہے کہ آپ لوگ کچھ اور اب زندہ رہیں تا کہ دنیا میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں۔ مگر وہ بڑے مضبوط کردار کے ان معنوں میں تھے کہ جو دل میں آئی وہ کر کے رہنا ہے، ایک مخلص احمدی اوپر سے باجوہ۔ پس انہوں نے میری بات مانی نہیں اور جو اس قسم کی احتیاطیں میں نے کہی تھیں وہ انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ مگر یہ وہ شہادت ہے جس کے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم غمگین بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں۔ اس راہ میں یہ قربانیاں تو دینی ہی دینی ہیں۔ لاکھوں پاکستان میں جو آئے دن بدیوں کی موت مرتے پھرتے ہیں کچھ احمدی اس راہ میں جو دعوت الی اللہ کی راہ ہے شہید ہو جائیں تو غم تو ہو گا مگر اس کے ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کے غلاموں نے شہادتوں کی قربانیاں پیش کی تھیں۔ پس یہ قربانیاں ہمیں پیش کرنی ہوں گی مگر حکمت کے تقاضے ضرور پیش نظر رکھیں۔ لازماً حکمت کے ساتھ آگے بڑھنے کے نتیجے میں اگر آپ کو نقصان پہنچایا جاتا ہے تو ہم خوشی سے اس نقصان کو قبول کریں گے، ہرگز نہیں ڈریں گے مگر اگر غلطی سے حکمت کے تقاضے نہ پورے کئے جائیں تو یہ بہادری تو ہو گی اپنی جگہ مگر دوسروں کے لئے زیادہ تکلیف کا موجب بنتی ہے۔ پس میں پاکستان کے تمام داعیان الی اللہ سے کہتا ہوں کہ ان شہادتوں کی وجہ سے ایک ذرہ بھی قدم پیچھے نہیں ہٹانا بلکہ اور زیادہ آگے بڑھانا ہے مگر جہاں تک احتیاط کے اور حفاظت کے تقاضے ہیں وہ ضرور پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آج انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے بعد عتیق احمد صاحب باجوہ مرحوم سابق امیر جماعت وہاڑی کی نماز جنازہ غائب ہو گی۔

اس کے ساتھ ایک اور بھی اطلاع آئی تھی ربوہ سے رشید زیروی صاحب۔ یہ ہمارے واقف زندگی تھے اور سلسلے کی بڑی محبت کے ساتھ، خلوص کے ساتھ خدمت کرتے رہے ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے جس کی وجہ سے جانبر نہیں ہو سکے تو دیکھیں دونوں خدمت کرنے والے ہیں مگر کہاں دل کا حملہ ہونے سے مرنے والا، کہاں خدا کی راہ میں شہادت کا رتبہ پانے والا، بہت فرق ہے مراتب میں۔ مگر ایک پہلو تو بہر حال ان کا مگر ایک پہلو تو بہر حال ان کا بھی ہے کہ زندگی خدا کی خاطر پیش کی اور خدا کی نظر میں ایک رنگ میں شہادت پالی۔ تو ان دونوں کی نماز جنازہ انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے بعد پڑھائی جائے گی۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

بقیہ صفحہ نمبر 1

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضؓ حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قربانیوں اور نیک نمونوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرما کر احمدی مستورات کو امہات المومنین کے نیک نمونوں پر چلنے کی نصیحت فرمائی۔

حضور نے فرمایا۔

> احمدی مستورات باقی سب ماڈلوں کو چھوڑ کر امہات المومنین کو اپنے لئے ماڈل بنائیں تو ان کی زندگی دینی اور دنیوی اعتبار سے حسین ہو سکتی ہے اور وہ اپنے بچوں کی یہاں تک کہ اپنے خاوندوں کی بھی نیک تربیت کر سکیں گی۔

اس مرتبہ جلسہ سالانہ جرمنی کی ایک خاص بات یہ رہی کہ اردو زبان میں ہونے والے مرکزی جلسے کے علاوہ بوسنین، عرب، اور البانین اقوام کے اپنے الگ الگ جلسے بھی منعقد ہوئے ان جلسوں میں وہ لوگ اپنی اپنی زبانوں میں جلسہ کی تقاریر اور دیگر پروگراموں سے مستفید ہوتے رہے یاد رہے کہ گزشتہ سال حضور انور نے جرمنی کے جلسہ سالانہ پر ہی فرمایا تھا کہ اب اس جلسہ میں دیگر اقوام کی شمولیت اس قدر کثیر تعداد میں ہو چکی ہے کہ اب ان کیلئے بجائے ترجمانی کے انتظام کے ان کی اپنی زبانوں میں اجلاسات کے انعقاد کا انتظام کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ حضور انور کے اس ارشاد کی روشنی میں امسال جلسہ سالانہ جرمنی میں پہلی مرتبہ یہ انتظام دیکھنے کو ملا جو باوجودیکہ ابتدائی تجرباتی دور تھا لیکن پھر بھی یہ جلسے نہایت کامیاب رہے ان تمام اجلاسات میں بھی حضرت امیر المومنین نے علیحدہ علیحدہ خطابات فرمائے اور ان اقوام کے مختلف سوالات کے جواب بھی ارشاد فرمائے۔

جلسہ سالانہ کے تیسرے روز حضور انور نے اپنے اختتامی خطاب سے نوازا اس بصیرت افروز خطاب میں حضور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعض تحریرات جو حضور علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ و ارفع شان کے متعلق بیان فرمائی تھیں ان اقتباسات کو پڑھ کر ایمان افزا تفسیر بیان فرمائی اور احباب جماعت کو تلقین فرمائی کہ آنحضرت ﷺ کے عظیم اور کامل نمونہ کی جس حد تک زیادہ سے زیادہ توفیق ہو پیروی کریں۔ حضور انور نے احباب جماعت عالمگیر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نعمت اور ابتلا کے ہر دو موقعوں پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہیں یہ ایسی صفات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت میں دیکھنا چاہتے ہیں اپنے خطاب کے آخر میں حضور نے اس صدی کے اختتام تک جرمنی میں تعمیر کی جانے والی سو مساجد کا تذکرہ فرمایا حضور نے فرمایا جرمنی کی جماعت کو سو حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو علیحدہ علیحدہ اپنی مسجد کی ذمہ داری سونپی جائے حضور نے فرمایا تعمیر مساجد میں یہ بات یاد رکھی جانی چاہئے کہ مسجد کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کے لئے سادگی کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہئے حضور نے فرمایا کہ آپ نے ایک خطبہ کے دوران حضرت سیدہ مہر آپا نور اللہ مرقدھا کی جانب سے جرمنی میں تعمیر کی جانے والی مساجد کیلئے تین لاکھ مارک چندے کی پیشکش کی تھی۔ اب جب ان کی جائیداد کا حساب کیا گیا ہے امید ہے کہ آپ کی طرف سے پانچ لاکھ مارک چندہ دیا جا سکے گا۔ اسی طرح حضور انور نے اپنی جانب سے پیش کردہ پچاس ہزار مارک کے تحفہ کے علاوہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا حرم محترم حضور انور ایدہ اللہ کی جانب سے پچاس ہزار مارک اور اپنی بچیوں کی طرف سے بھی جرمنی کی مساجد کیلئے پچاس ہزار مارک کے عطیہ کا اعلان فرمایا۔ حضور انور کا پونے دو گھنٹے کا ایمان افروز خطاب مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ اور کمپیوٹر انٹرنیٹ پر Live ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اپنے خطاب کے آخر میں حضور نے اجتماعی دعا کرائی جس میں چاروں جلسہ گاہ میں موجود پچیس ہزار سے زائد افراد کے علاوہ دنیا بھر کے ۱۵۴ ممالک کے احمدی شریک ہوئے۔

مہمانوں کے قیام و طعام اور مہمان نوازوں کے جذبۂ جوش۔ خدمت خلق اور بہترین نظم و ضبط عمدہ انتظام جلسہ سالانہ جرمنی کی اعلیٰ کامیابیوں کی ایک مثال تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت کے علماء اور دانشوروں کی تقاریر کے علاوہ باقاعدہ باجماعت نماز اور نماز تہجد کا انتظام بھی تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطابات اور مجالس عرفان کے ساتھ ساتھ احباب جماعت و غیر از جماعت افراد کو انفرادی ملاقاتوں کا شرف بھی بخشتے رہے۔ جلسہ کے دوران ہی ایک عیسائی نوجوان نے بتایا کہ وہ آج ہی جلسہ میں شامل ہوا ہے اور جماعت احمدیہ کے اعلیٰ اسلامی اخلاق و کردار سے اس قدر متاثر ہوا ہے کہ آج ہی عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس جلسہ سالانہ سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ اب عربوں کا جماعت احمدیہ کی طرف کثرت سے رجحان ہو رہا ہے چنانچہ انکا الگ سے جلسہ منعقد کیا جانا بھی اس بات کی واضح دلیل ہے اب وہ دن لد گئے جب ہندوستان اور پاکستان کے بعض مولوی کہا کرتے تھے کہ چونکہ عرب لوگ جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہو رہے اسلئے اس جماعت کی سچائی میں شبہ ہے حضور انور سے ملاقات کے وقت عرب احمدی بھائیوں کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے گویا انہوں نے اسلام کی سچی اور حسین تعلیم کو جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی عظیم خوش قسمتی اور سعادت حاصل کی ہے۔

> جرمنی کے کئی مقامات پر جماعت احمدیہ کو دیگر مسلمانوں کے مقابل پر اکثریت حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ اکثریت اور غلبہ تب ہی حقیقی غلبہ کہلا سکے گا جب جماعت کے افراد اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کریں گے۔

انعامی مقابلہ مقالہ نویسی

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ تعلیمی سال ۹۸-۹۷ کیلئے ذیل کے ۲ عناوین مقالہ نویسی کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔

ا۔ ہندوستان میں اسلام کا عروج۔ ۲۔ ہمارے ملک کے آزادی کے پچاس سال

مقالہ میں اول۔ دوم۔ سوم آنے والے کیلئے علی الترتیب ۱۰۰۰/ روپے اور ۷۰۰/ اور ۵۰۰/ روپے انعام مقرر کئے گئے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ خود اس میں شامل ہوں اور اپنے تعلیم یافتہ بچوں کو اس انعامی مقالہ میں شامل ہونے کی تاکید کریں تا کہ مقالہ لکھنے کے ساتھ ان کے علمی ذوق میں اضافہ ہو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلطان القلم کے لقب سے نوازا ہے اور یہ ملکہ جماعت کو بھی عطا کیا گیا ہے لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ایسے تحریری انعامی مقالہ جات کے موقعہ پر ہم ارشاد ربانی ربّ زدنی علما کے مطابق اپنے علمی معیار کو بڑھانے کیلئے اس میں شرکت کریں۔

شرائط مقالہ۔

ا۔ مقالہ کم از کم دس ہزار (۱۰۰۰۰) الفاظ پر مشتمل ہونا چاہئے جو صرف اردو یا انگریزی زبان میں ہو ایک سے زائد مقالے بھجوانے پر مقالہ مقابلہ میں شامل نہیں ہوگا۔

۲۔ مقالہ صفحہ کے نصف حصہ میں خوشخط تحریر کریں۔

۳۔ مضمون میں حوالہ جات مستند اور سنہ کے ساتھ ہونے چاہئیں۔

۴۔ مقالہ نظارت ہذا میں مورخہ ۲۸؍ فروری ۱۹۹۸ تک پہنچ جانا چاہئے۔ ۲۸ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مقالے اس انعامی مقابلے میں شامل نہیں ہوں گے۔

۵۔ مقالہ نظارت تعلیم میں بھجوانے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ قابل قبول نہ ہوگا۔

۶۔ مقالہ کے جملہ حقوق نظارت تعلیم کے حق میں محفوظ ہوں گے کسی مقالہ نگار کو اس کی از خود اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔

۷۔ مقالہ جات کے بارہ میں نظارت کا فیصلہ آخری ہوگا۔

مقالہ میں حصہ لینے میں کسی عمر کی قید نہیں ہے مقالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک بنام نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پتہ پر ارسال کیا جائے۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

قرارداد تعزیت بر وفات مکرم مرزا نسیم احمد صاحب

منجانب۔ ممبران جماعت احمدیہ برطانیہ

جماعت احمدیہ برطانیہ کیلئے یہ خبر نہایت افسوس کا باعث ہوئی کہ مکرم مرزا نسیم احمد صاحب پاکستان میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے مورخہ ۳؍ جولائی ۱۹۹۷ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بہت سادہ اور بے ضرر انسان تھے۔ اپنی بعض خوبیوں میں منفرد تھے۔ کسی کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو ہمیشہ چشم پوشی فرماتے۔ بہت شستہ اور شگفتہ مزاج رکھتے تھے۔ غریبوں کے ہمدرد اور نافع وجود تھے جماعت احمدیہ برطانیہ، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مرحوم کی اہلیہ محترمہ شاہدہ نسیم صاحبہ، صاحبزادگان۔ صاحبزادیاں اور صاحبزادی طوبیٰ صاحبہ کی خدمت میں اور دیگر افراد خاندان سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

(افتخار احمد ایاز۔ امیر جماعت احمدیہ یو کے)

پلّی پرم میں تربیتی جلسہ

۱۱-۵-۹۷ کو دوپہر تین بجے مسجد احمدیہ پلی پرم میں مکرم پی محمد کٹی حاجی صاحب صدر جماعت کی زیر صدارت ایک تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ محترم وی پی محی الدین کٹی صاحب کی تلاوت قرآن سے جلسہ کا آغاز ہوا صدر مجلس نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی بعدہ خاکسار نے سورہ الفرقان کے آخری رکوع کے ترجمہ و تفسیر سیدنا حضرت امیر المومنین کے خطبہ جمعہ کے حوالہ جات بیان کر کے ایک گھنٹہ تربیتی کلاس لی۔ صدارتی خطاب اور اجتماعی دعا کے ساتھ جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس جلسہ میں جماعت کے تمام احباب و مستورات اور بچے شریک ہوئے۔ (سی ایچ عبد الرحمٰن معلم وقف جدید)

لولاك لما خلقت الافلاك

ترجمہ۔ (اے محمدؐ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

منجانب

محتاجِ دُعا۔ جماعت احمدیہ اتر پردیش

بقیہ صفحہ ۲ اداریہ

(خلیفۂ دوم ناقل) آج سے چار سال پہلے (یعنی ۱۹۳۰ء میں) اعلان کر چکا ہے۔

"ہندوستان غیر محدود زمانہ تک غیر ملکی حکومت گوارا نہیں کر سکتا۔ اب ہندوستان خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔

(زمیندار ۳۰ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

مخالفین احمدیت کے ان بیانات سے قطع نظر احمدیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مذکورہ الہام کے باعث یقین کامل تھا کہ انگریزی حکومت اب دن بدن زوال کی طرف ہے اور ایک دن اس کا خاتمہ یقینی ہے۔ اس لئے عوام کو سمجھانے والی بات صرف یہی تھی کہ آزادی تو ایک یقینی امر ہے لیکن حصول آزادی کو ایسے راستوں سے حاصل کیا جائے جو آئندہ قوم کیلئے ہر طرح فائدہ مند ہوں یہی وجہ ہے کہ آپ کو صاف نظر آئیگا کہ بانی جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب دوسرے مجاہدین آزادی کی نسبت درج ذیل طریقوں پر حصول آزادی کے قائل تھے۔

۱۔ آپ انگریزوں کی طرف سے اہل ہند کو بتدریج دی جانے والی آزادی اور حقوق کا بھی خیر مقدم کرتے تھے۔

۲۔ آپ حصول آزادی کیلئے بجائے جوش و جذبہ اور انتہا پسندی کے نرمی اور اعتدال پسندی کو مناسب خیال فرماتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک یہی چیز اسلامی طریق کے عین مطابق تھی۔

۳۔ آپ انتہا پسندانہ ذہنیت رکھنے والے مجاہدین آزادی کو دردمندانہ دل سے اس بات کی نصیحت فرماتے تھے کہ خدا کے لئے تشدد اور انتہا پسندی سے بچو کیونکہ آزادی تو یقینی بات ہے لیکن آزادی کے بعد یہ ذہنیت کہیں آزاد ہندوستان کے اندر بھی منتقل نہ ہو جائے اور آزاد حکومت کو بھی کہیں عوام کی انتہا پسندانہ ذہنیت کے نتیجہ میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اور ہوا بھی یہی کہ حضور کی اس بات کو گوش ہوش سے نہ سننے کے باعث آج آزاد ہندوستان میں بھی حصول حقوق کے نام پر توڑ پھوڑ آگ زنی۔ اور تشدد آمیز ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آزادی کے ان پچاس سالوں میں آہستہ آہستہ جاری سیاست تشدد کے باعث ہی نہ صرف جرائم پیشہ لوگوں کے قریب ہوئی ہے بلکہ بعض حصوں میں تو بری طرح ان کے چنگل میں پھنس چکی ہے۔ جس پر ہم انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں کسی حد تک روشنی ڈالیں گے۔ (باقی)

منیر احمد خادم

ادار یہ میں موجود اخبار اشاعۃ السنہ کے حوالہ کی فوٹو کاپی ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

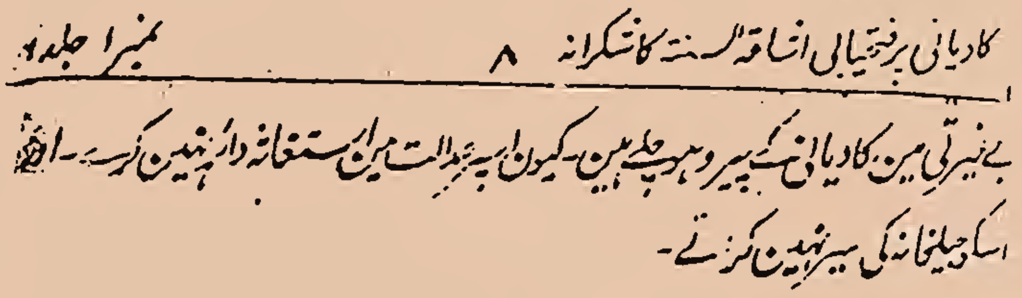
کادیانی بر فتحیابی اشاعۃ السنۃ کا شکرانہ ۸ نمبر۱ جلد۹
بے خبر تھے ہیں۔ کادیانی کے پیرو ہو چلے ہیں۔ کیوں اسپر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے۔ اور اسکو جیلخانہ کی سیر نہیں کرتے۔

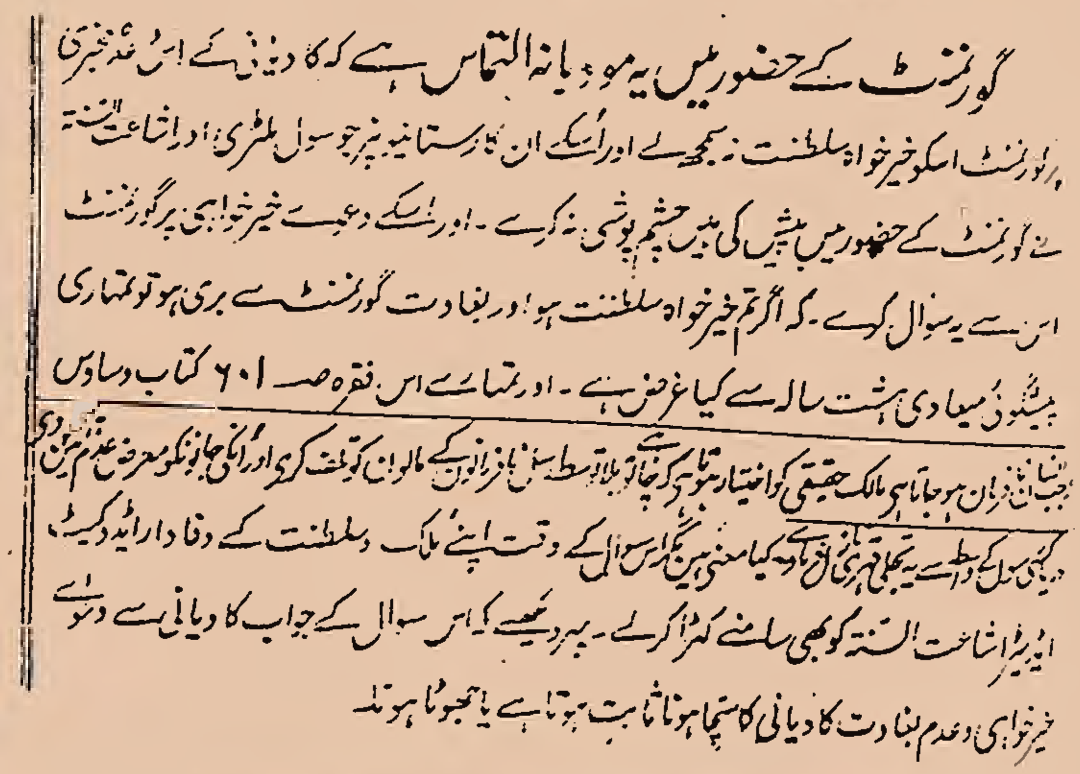
گورنمنٹ کے حضور میں یہ مؤدبانہ التماس ہے کہ کادیانی کے اس غدر خبری
گورنمنٹ اسکو خیر خواہ سلطنت نہ سمجھے اور اسکے ان کارستانیوں پر جو سول ملٹری اور اشاعۃ السنۃ
نے گورنمنٹ کے حضور میں پیش کی ہیں چشم پوشی نہ کرے۔ اور اسکے دعوے خیر خواہی پر گورنمنٹ
اس سے یہ سوال کرے۔ کہ اگر تم خیر خواہ سلطنت ہو اور بغاوت گورنمنٹ سے بری ہو تو تمہاری
پیشگوئی میعادی ہشت سالہ سے کیا غرض ہے۔ اور تمہارے اس فقرہ صہ ۱۰۶ کتاب وساوس
[illegible]
[illegible]
ایڈیٹر اشاعت السنۃ کو بھی سامنے کھڑا کرلے۔ پھر دیکھے کہ اس سوال کے جواب کا دیانی سے دعوے
خیر خواہی و عدم بغاوت کادیانی کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا ہونا

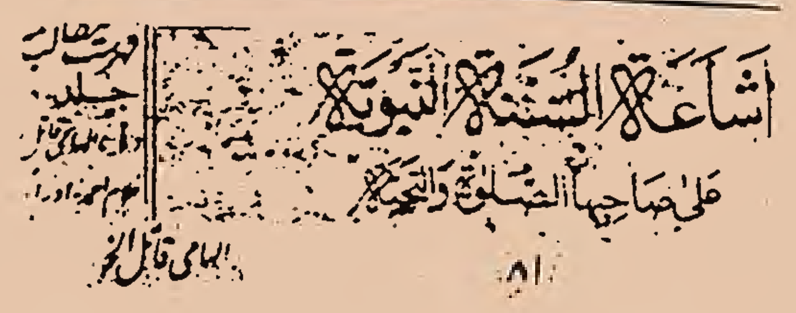
اشاعۃ السنۃ النبویۃ
علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ
فہرست مطالب
جلد
الہامی قابل الخ
۸۱

☆ ۲۱ر اپریل کو بعد نماز مغرب جامع مسجد کو ٹمبی میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ زیر انتظام جماعت احمدیہ سونگھڑہ منعقد ہوا۔ خاکسار کی افتتاحی تقریر کے علاوہ مکرم سید انوار الدین صاحب، شیخ مطلوب احمد صاحب، سید فضل رحیم صاحب نے تقریر کی۔

(سیف الدین کو ٹمبی)

بقیہ صفحہ :۔ ۱

قادیان ۱۵ر اگست آج یہاں مقامی طور پر یوم آزادی کی تقریب ۱۱ر بجے میونسپل کمیٹی کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ جناب حکیم سورن سنگھ پردھان میونسپل کمیٹی نے قومی جھنڈا لہرایا۔ وید کور گرلز سکول کی طالبات نے قومی ترانہ گایا اور ساتھ ہی پنجاب پولیس کے ایک دستہ نے قومی جھنڈے کو سلامی دی۔ اس موقعہ پر قادیان کی مایاناز شخصیات نے حصہ لیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے تقریب میں موجود ہندو سکھ عیسائی احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو غلام نہیں پیدا کیا۔ آزادی اس کا پیدائشی حق ہے۔ جو آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستانیوں کو نصیب ہے۔ ہمیں اس کی عزت کرنی چاہئے۔ تمام قوم کو یوم آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر مبارک باد پیش کی۔ مزید فرمایا کہ آزادی حاصل کرنے کیلئے لاکھوں افراد نے قربانیاں دی ہیں۔ کچھ قومیں ان قربانیوں کو بھلا دیتی ہیں۔ جس سے ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو سب سے پہلے ہندوستانی ثابت کرنا ہوگا۔ اپنے ملک کے قانون کی عزت کرنی ہوگی اس کی پابندی کرنی ہوگی۔ باقاعدہ ایک ڈسپلن بنانا ہوگا۔ اگر تمام صوبوں کے لوگ ایسا کرنے لگیں تو ہندوستان دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت بن کر ابھرے گا۔

میونسپل کمیٹی کے پردھان کے علاوہ دیگر معززین نے خطاب کئے۔ اور جشن کے موقعہ پر مبارک باد پیش کی۔ اس موقعہ پر سکول کے بچوں اور بچیوں نے بہت اچھے رنگارنگ پروگرامز پیش کئے۔ جن میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بچوں نے بھی قومی نغمہ پیش کیا۔ اسی طرح قادیان سے سکول و کالج میں اول پوزیشن پانے والے طلباء و طالبات کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ جن میں سے کچھ انعامات صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بھی بچوں اور بچیوں میں تقسیم کئے۔

☆۔ مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ قادیان نے بھی ہندوستان کی یوم آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقعہ پر ایوان خدمت میں نماز جمعہ کے بعد ایک خصوصی تقریب منعقد کی۔ جس کی صدارت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے کی۔ اس سے قبل صبح ۸ بجے محترم مجیب احمد صاحب اسلم قائمقام صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے قومی جھنڈا لہرایا۔ تلاوت عہد۔ نظم کے بعد ملی نغمات اور قومی گیت گائے گئے۔ اسی موقعہ پر ایک میوزیکل کویز بھی پیش کیا گیا جس میں ہندوستانی تاریخ سے متعلق سوالات کئے گئے جسے بہت پسند کیا گیا۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے آزادئ ہند کی گولڈن جوبلی کی مبارک باد پیش کی اور احمدی نوجوانوں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کی تلقین کی۔ فرمایا کہ ملک کی محبت ایمان کا حصہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے ملک سے محبت کرنی چاہئے۔ اس کی محبت کو اپنے دلوں میں بسا لیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی ان شخصیات کا بھی ذکر کیا جنہوں نے ملک کی آزادی کیلئے کام کیا۔ جن میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب جو عالمی عدالت کے صدر تھے کا ذکر سر فہرست تھا۔ آخر میں ملک کی سلامتی، ترقی، بھائی چارہ وانسانیت کیلئے دعا کروائی۔

اس موقعہ پر محلہ احمدیہ کے چوراہوں پر گیٹ لگائے گئے۔ منارۃ المسیح اور گیٹ مسجد مبارک پر چراغاں کیا گیا۔ احمدیہ چوک میں اس خوشی میں میٹھے شربت کا بھی انتظام کیا گیا۔ اسی طرح صدر انجمن احمدیہ کے جملہ ادارہ جات میں تعطیل رہی۔ خوشی کی ایسی ہی تقریبات تمام ملک میں جوش و خروش سے منائی جا رہی ہیں۔

(محمد لقمان دہلوی قادیان)

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts,
Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700087 ☎ 2457133

شریف جیولرز
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ ☎ 649-04524

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105 | 01872- 20757

THE WEEKLY **BADR** QADIAN 143516

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 | THURSDAY, | AUGUST 28th 1997 | ISSUE NO - 35

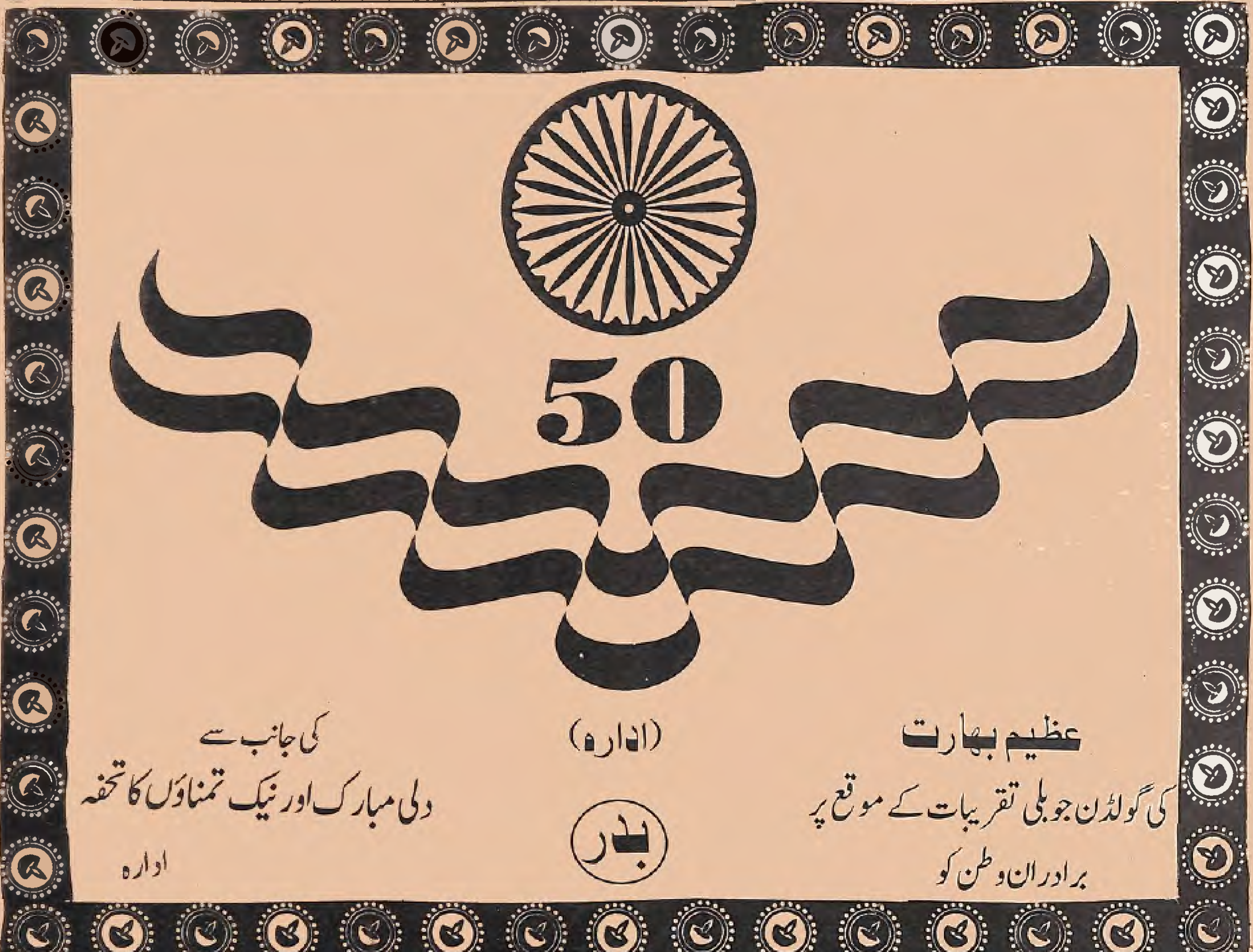

ہومیو پیتھی طریق علاج کے متعلق آسان اور مفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیوپیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر 41)

للیئم ٹگرینم

LILUM TIGRINUM

(Tigor Lily.)

للیئم ٹِگ عورتوں کی دوست دوا سمجھی جاتی ہے خصوصاً ان عورتوں کے لئے بہت مفید ہے جو ہسٹیریائی مزاج رکھتی ہیں اور بہت پرجوش ہوتی ہیں، رحم اور دل کی بیماریوں میں مبتلا رہتی ہیں، طرح طرح کے وہم، خوف اور خدشات انہیں گھیر لیتے ہیں، غمگین اور متفکر ہوتی ہیں۔ رحم اور دیگر اندرونی اعضاء کے باہر نکلنے کا احساس رہتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اعضاء نیچے گر رہے ہیں اس لئے لاشعوری طور پر مریضہ انہیں اوپر کرنے کا رجحان رکھتی ہیں۔ حیض کا خون قبل از وقت جاری ہو جاتا ہے مقدار میں کم لیکن نہایت بدبودار ہوتا ہے۔ سیاہ خون کے لوتھڑے بھی نکلتے ہیں، حرکت کرنے سے خون جاری ہوتا ہے اور لیٹنے اور آرام کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

للیئم ٹِگ کا مریض تشدد مذہبی خیالات کا مالک ہوتا ہے اگر وہ اذیت پسند ہو اور ہسٹیریائی مزاج بھی رکھتا ہو تو یہ دوا اس کے لئے بہترین ہے۔

للیئم ٹِگ کی علامات رکھنے والا مریض جب ضد میں آ جائے اور ہسٹیریائی مزاج غالب ہو تو غیر منطقی باتیں کرتا ہے حالانکہ اپنی روزمرہ زندگی میں بالکل نارمل ہوتا ہے لیکن بیماری کا اثر غالب ہو تو فضول بحثیں کرتا ہے۔ عام طور پر نوجوان بچے اور بچیاں کسی تکلیف کی وجہ سے ضد میں آ جائیں تو جان بوجھ کر اس علم کے باوجود کہ غلط بات ہے پھر بھی دلیل دیتے چلے جاتے ہیں۔ وزن کم کرنے کے شوقین مریض اکثر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان میں ضرورت سے زائد ڈائیٹنگ کرنے کی وجہ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت عموماً عارضی ہوتی ہے لیکن ڈائیٹنگ کرنے کے جو مستقل اثرات اعصاب پر پڑ جاتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہوتے اور ساری عمر کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں۔ اس لئے شدید ڈائیٹنگ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مناسب غذا اور مناسب ورزش اچھی صحت کے لئے ضروری ہے۔

للیئم ٹِگ میں بائیو کس اور کینتھرس کی طرح جنسی اعضاء میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے لیکن ایک واضح فرق یہ ہے کہ للیئم ٹِگ میں ان دونوں دواؤں کے مزاج کے برعکس زوردار نفسانی خواہش ایک بیماری بن جاتی ہے جس پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے۔ گرمی، سردی کے احساس کے لحاظ سے اس کی علامات پلسٹیلا سے ملتی ہیں، گرمی تکلیف دیتی ہے اور ہاتھ پاؤں بھی جلتے ہیں۔

سر درد عموماً ماتھے پر رہتا ہے، روشنی ناقابل برداشت ہوتی ہے، نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ وقتی اندھاپن بھی پیدا ہو جاتا ہے بعض دفعہ کمرہ بہت اندھیرا لگتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے سائے سے آنے لگتے ہیں، آنکھوں میں سوزش ہو جاتی ہے جو مزمن ہو جائے تو آنکھ میں مستقل سوجن رہتی ہے۔ للیئم ٹِگ میں ایک علامت مرکور سے ملتی ہے۔ پیچش ایسی ہے کہ فارغ ہونے کے بعد بھی بے چینی اور درد جاری رہتا ہے۔ مرکور میں جب تکلیف ہو تو کچھ نہ کچھ اجابت باہر نکالنے کے لئے موجود ہوتی ہے لیکن اس میں خالی پیٹ بھی جبکہ کوئی فضلہ موجود نہیں ہوتا ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ کچھ ہے جسے مریض باہر نکالنے کی کوشش کرے گا۔ مرک کور میں پیشاب کرنے کے باوجود بھی جلن محسوس ہوتی ہے۔ یہ علامت اس میں بھی موجود ہے اس لحاظ سے یہ للیئم ٹِگ کے مشابہ ہے۔

اگر کسی مریض کو یہ خیال ہو کہ میں پاگل ہو جاؤں گا یا مجھے کچھ ہو جائے گا۔ دماغ میں کوئی خیال راہ پالے تو وہ نکلتا نہیں۔ اگر وہ یہ سمجھنے لگیں کہ میں فلاں چیز ہوں تو مٹنے کا نام نہیں لیتا انہیں سمجھائیں تو کہتے ہیں کہ سمجھ آگئی ہے لیکن پھر دوبارہ شروع ہو جاتے ہیں یہ للیئم ٹِگ کی علامت ہے اس کے ساتھ گہری اداسی اور ڈپریشن بھی ہوتا ہے میں نے کئی ایسے مریضوں کا علاج کیا ہے جو اکثر نوجوان تھے خدا کے فضل سے سب ٹھیک ہوگئے۔ ایسے مریضوں کو صرف دوا ہی نہیں بلکہ بات کو سمجھ کر اور پیار سے سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عموماً نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا اس لئے اگر ہومیو پیتھک طریقہ علاج میں یہ علم ہو جائے کہ کیا نفسیاتی بیماری ہے تو اس کا جسمانی بیماری کے ساتھ پہلو بہ پہلو علاج دونوں جگہ مفید ہے کیونکہ جہاں ذہن کو نسبتاً آرام آتا ہے جسم کو بھی خود بخود آرام محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ مریض کو سمجھنا اور اس کی اصل تکلیف کو محسوس کرنا ڈاکٹر کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس کے برعکس بعض مریض سمجھتے ہیں کہ انہیں سمجھا نہیں گیا ایسے مریضوں سے پیچھا چھڑوانا بہت مشکل ہے، سمجھانے کا اثر نہیں ہوتا، انہیں صرف دوا دینی چاہئے۔ اگر دوا میں اثر ہوگا تو خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔

للیئم ٹِگ میں دل کی تکلیف کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ دل اچانک مٹھی میں آکر جکڑا گیا ہے جسے جاپھا پڑنا کہتے ہیں یہ علامت کیکٹس میں بھی بہت نمایاں ہے۔ نبض بہت تیز اور بے قاعدہ ہوتی ہے۔ دل کے مقام پر ٹھنڈک اور بوجھ کا احساس ہوتا ہے۔ ہجوم میں اور گرم کمرے میں دم گھٹتا ہے۔

للیئم ٹِگ میں معدہ میں ہوا بھی ہوتی ہے، بوجھل پن کا احساس، بھوک بہت لگتی ہے۔ مریض گوشت کھانے کی خواہش محسوس کرتا ہے۔ شدید پیاس بھی لگتی ہے۔ بار بار پیشاب آتا ہے جو مقدار میں کم گرم اور دودھیا رنگ کا ہوتا ہے۔

للیئم ٹِگ کے مریض کی تکلیفیں گرم کمرے میں اور تسلی و تشفی دینے سے بڑھ جاتی ہیں۔ تازہ ہوا میں بہتر محسوس کرتا ہے۔

ڈیزائننگ و کمپوزنگ: کرشن احمد۔ مصباح الدین قادیان